چھارہی ہیں اور مُقدس اسلام کا وہ آفتاب عالمتاب جس کی روشنی سے نجوم ادیانِ باطلہ سپہرِ گمنامی میں غائب ہوگئے تھے نیچریت والحاد کی گرد سے مکدر نظر آرہا ہے۔ یہ رسالہ بہ عبارتِ دلکش وسلیس لکھ کر اپنی دینی بہنوں کو اصلاح کا صلائے عام دیدیا ہے۔ حصۂ اُولیٰ میں چودھویں صدی کے منکرینِ حجاب کے ہفوات کا دنداں شکن جواب ہے اور حصۂ ثانیہ میں بدعات ورسوم غیر مشروعہ مروجہ۔ متعلقہ ازدواج وغیرہ کا بیان بالاستیعاب۔ برعایتِ قول ؎

خوشتر آن باشد کہ سرِّ دلبراں		گفتہ آید در حدیثِ دیگراں	

مطالبِ دینی کا۔ واقعات کے لطیف پیرایہ میں بیان ہے اور سہولت تفہیم کی غرض سے ہر مقصد کا جداگانہ عنوان۔

چونکہ مصنفہ کے دل میں روزِ ازل سے قدرت نے علمی سرمایہ کے علاوہ ہمدردیٔ خُلق نبوی کا کافی حصّہ ودیعت فرمایا تھا اور باغبانِ فطرت نے اَلدِّیْنُ نُصْحٌ کا مبارک سہرا اُن کے سر باندھا تھا لہذا زندگی کے ابتدائی مراحل طے کرنے کے بعد جب سن رشد کی منزل میں قدم رکھا تو اپنی بہنوں کی ضروریات کو احساس کرکے اُن کی اصلاح کا جو ایک مہتم بالشان کام تھا بیڑا اُٹھا لیا اور تدوینِ رسائلِ مفیدہ کے ذریعہ سے عملی تدابیر کے اظہار میں اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ اسی سلسلہ میں یہ رسالہ بھی تالیف ہوا۔

شادی ہوئے ہنوز پورے دو برس بھی نہیں گذرے تھے کہ مصنفہ کو ادائے رسمِ تعزیت اپنی ہمشیرہ وزیارتِ والدین کی غرض سے سفرِ حیدرآباد پیش آیا اور وہاں یکایک علیل ہوکر بہ قضائے الٰہی بروز چہارشنبہ تاریخ ۶/ جنوری ۱۹۰۹ء ودیعت

کو کارکنانِ قضا و قدر کے ہاتھوں سپرد کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ
اس سانحۂ جانکاہ سے اعزا و خصوص اُن کے والدین کی جو حالت ہے اُس کا کیا
اظہار ہو سکتا ہے۔

مرحومہ نے اِس رسالہ کی اشاعت کو اپنی حیات میں پسند نہ کر کے بعد وفات
طبع ہونے کی وصیت کی تھی۔ چونکہ بعد وفات موصی وصیّت کا اجرا لازمی ہے
لہذا میں حسب وصیّت مرحومہ اس رسالہ کو اُس کی باقیات صالحات پا کر طبع
کراتا ہوں۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ اِس رسالہ کو ہماری دینی بہنوں
کے لئے دستور العمل بنالے اور مرحومہ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور
اُس کے والدین و منتسبین کو صبرِ جمیل عطا فرماوے۔ آمین۔

المفتقر الی رحمۃ اللہ الواحد
محمد حامد

—·⋊ * ⋉·—

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علٰی رسولہ الکریم

دل و جانم فدایت یا محمد	سر من خاکِ پایت یا محمد
فدایم ہم بہ آل و اہل بیت	نثارم چار یارت یا محمد

دیباچہ

بعد حمد و نعت و منقبت صحابہ کرام کے عاصیہ ہیچداں رفیق فاطمہ عرض کرتی ہے۔ ناظرین میں اپنی بے بضاعتی اور کم علم ہونے کا نمونہ یعنی یہ کتاب آپ کے سامنے پیش کرکے اپنی کم علمی سے جو جو غلطیاں اور لغزشیں مجھ سے وقوع میں آئی ہیں اُن کی معافی چاہتی ہوں اگرچہ اس لایق نہیں ہوں کہ کوئی کتاب وغیرہ لکھنے کی جرأت کرسکوں۔ اور نہیں معلوم کہ اس میں بھی کتنی غلطیاں وقوع میں آئی ہوں گی۔ میں نے تو جس قدر علم تھوڑا بہت تھا اپنی بہنوں کے لئے ذخیرہ کردیا ہے۔ میں ہرچند کہ ایک بالکل نالایق اور بیلی کی طرح اس قابل نہیں ہوں کہ کسی تصنیف وغیرہ کو اپنے نام سے نامزد کرسکوں مگر عاقلاں

شعر

مرد باید کہ گیرد اندر گوش	گر نوشت است پند بر دیوار

کے اوپر عمل کرکے اس کتاب کے چند ورقوں سے سبق لے سکتے ہیں۔ امید کہ
ذی علم بہنیں میری تصنیف میں زبان وغیرہ کا کچھ نقص دیکھیں تو بمصداق
از خورداں خطا و از بزرگاں عطا میری عیب پوشی فرمائیں گی اور اصلی مطالب پر
غور کرکے اور سمجھ کے مجھے ممنون فرمائیں گی۔ اگرچہ اسی قسم کی کسی کتاب کے
رد پردہ دراں میں لکھنے کا ارادہ میرا پہلے سے تھا مگر اپنے کم علم ہونے کے
سبب سے اس تصنیف کے میدان میں قدم اُٹھانا مناسب نہ سمجھا۔ اگر
میرے والد صاحب قبلہ و کعبہ مدظلہ العالی مجھ سے اس کے لکھنے کا ارشاد
نہ کرتے تو شاید میں اس کو آپ کے سامنے پیش کرکے اپنی دلی آرزو پوری
نہ کرسکتی۔ میں آپ کی بڑی ممنون ہوں کہ آپ نے ہم بہنوں کو شروع سے
خود تعلیم دی ہے اور ہر طرح سے حق العباد کا خیال رکھا ہے خدا اُن کو اور
میری والدہ صاحبہ معظمہ مکرمہ کو تاابد زندہ سلامت اور سب بہنوں اور بھائیوں
کو دنیا میں خوش و خرم رکھے اور ان ہر دو کو مع اُن کے متعلقین کے اپنی
رحمتوں سے مالامال کردے۔ میں نے اِس ناچیز ہدیہ کو بطرز ناول اس لئے
لکھا ہے کہ آج کل خواص و عوام کا رجحان زیادہ تر ناولوں کی طرف ہے اور
رسالہ وغیرہ کو بجز معدودے چند کے کوئی کثرت سے نہیں پڑھتا۔ آج کل کے
ناول حشرات الارض کی طرح بیشمار نکل پڑے ہر سال نئے ناولوں کی بم پھوٹتی
چلی جاتی ہے۔ ناول نویسوں کو ان مخرب اخلاق ناولوں کے لکھتے وقت یہ
خیال نہیں آتا کہ ان فواحشات کا اثر پبلک پر کیا ہوگا۔ وہ صرف چند احباب
کی واہ واہ اور تھوڑے سے پیسوں یا اپنی نام آوری کے لئے ہزاروں کے

اخلاق کو خراب اور گندہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں طالب علمی کا زمانہ ختم ہوا اور ناولوں کے مصنف بن گئے خود بھی اخوان الشیاطین بنے پھرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بناتے ہیں۔ امید ہے کہ اہل اسلام اس ناول کے خاص مطلب پر غور کریں گے چونکہ میں بالکل اس قابل نہیں ہوں کہ کوئی کتاب لکھ سکوں یا اپنے خیالات لایق طبیعت کے رقم کرسکوں۔ میں نے صرف ہمدردی اسلام کی غرض سے اس ناول کے لکھنے کی جرأت کی۔ میں اپنی اہل علم بہنوں سے بہ ادب ملتجی ہوں کہ اس ناول کو انصاف کی نظر سے دیکھنے کے بعد خود بھی اپنی اسلامی بہنوں کے واسطے وقتاً فوقتاً موافق اپنی استعداد کے کچھ نہ کچھ کرتی رہیں گی اور اپنے کو تاریکی سے نکالنے کی کوشش کریں گی اور پردہ ہی پردہ میں ترقی کر کے بام رفعت پر چڑھیں گی اور مخالفین پردہ کو یہ ثابت کریں گی کہ بی بیں پردہ میں سب کچھ کرسکتی ہیں۔ خدا کے لئے اپنی حالت کو سنبھالو اور اپنے دین کی خدمت کو ہردم تیار رہو اور خدا کے لئے بیہودہ مراسم کو چھوڑو براہ راست خالق ارض وسما سے لو لگاؤ آخرت کا دھیان رکھو موت کو یاد رکھو دنیا میں اپنی عمدہ یادگاریں چھوڑنے کی کوشش کرو جس سے تمہارے بعد آنے والوں کا بھلا ہو۔ والسلام

عاصیہ پرمعاصیہ

رفیق فاطمہ

عیسیٰ میاں کا بازار۔ قلبی کوڑہ رزیڈنسی روڈ حیدرآباد دکن

۴ر شوال ۱۳۲۲ھ سہ شنبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چارہ جز خامشی باشد نہ مشتِ خاک را　　حمد ذاتِ پاک را نعتِ شہ لولاک را

رفیق الصالحات

حصۂ اول

—•✻✻✻•—

پہلا باب

پردہ اور بہنوں کی رائے

ایک خوبصورت بنگلہ میں ایک سجے ہوئے ہال کمرہ کے اندر ایک خوش نما گول میز جس پر بہت خوبصورت سبز مخمل کی چادر بچھی ہوئی ہے اور اس کمرہ کا فرنیچر اس کے مکینوں کی لیاقت ثابت کر رہا ہے۔ میرے پاس دو سیاہ لکڑی کی خوبصورت کرسیوں پر دو لڑکیاں بیٹھی ہیں میز پر ایک کتاب رکھی ہوئی ہے اور ایک لڑکی جو دوسری سے بڑی معلوم ہوتی ہے اُس کو پڑھ رہی ہے دوسری لڑکی نے پہلی لڑکی سے کہا۔

دوسری۔ آپا جان کونسی کتاب پڑھ رہی ہو۔

پہلی۔ میوۂ تلخ نام ہے مولوی عبدالحلیم صاحب شرر ہندوستان کے مشہور ناول نویس کی تصنیف ہے۔ مضمون دو طرح کے ہیں ایک پردہ کے بارہ میں

دوسرا بیوہ کی شادی کے بارہ میں۔ پردہ کی مخالفت تو بہت کچھ کی ہے جیسا کہ اُس کے ہر پاٹ سے واضح ہو رہا ہے اُس کی بحث میری رائے میں بالکل فضول ہے میری تو بالکل پسند نہیں۔ ہاں بیوہ کی شادی کے متعلق میرا بھی اتفاق ہے مگر نہ اس طرح جس طرح اس میں لکھا ہے۔ مصرعہ

	کی بات بھی بھلائی کی لیکن بُری طرح	

دوسری۔ کیا مسٹر عبد الحلیم صاحب شرر لکھنوی بھی محب حسین صاحب کے ہم خیال ہیں یہ مجھے آج معلوم ہوا۔

پہلی۔ اور کیا اُن کے بل پر تو شاید محب حسین صاحب کو بڑا ناز ہے مگر فرق صرف اتنا ہے کہ یہ برقعہ کو روا رکھتے ہیں اور محب حسین صاحب کھلے مُنہ پھرنے پر زور دیتے ہیں۔ اُن کے شعر ملاحظہ ہوں۔ جو دیوان میں درج ہیں ؎

تھا پردۂ نسواں رہِ تعلیم میں حائل		یہ بھید کھلا ہم کو محب پردہ دری سے

اور ملاحظہ ہو:۔

سختیٔ قید دوام جھیلتی ہیں تا بہ زیست		عورتوں پہ یہ عذاب دیکھئے کب تک رہے
صحبت و تعلیم سے عورتیں محروم ہیں		حبس دوامی حجاب دیکھئے کب تک رہے

عبد الحلیم صاحب کا منشا یہ ہے کہ مثل ترکی لیڈیوں کے یہاں کی بیویں بھی برقعہ اوڑھ کر کھلے بندوں پھریں۔ دیکھو اس کتاب میں لکھا ہے کہ صغرا نے وعدہ کیا کہ میں ہندوستان جا کر مثل ترکی لیڈیوں کے باہر نکلوں گی اور تعلیم النسواں کی بجہد بلیغ کوشش کروں گی مگر یہ نہ لکھا کہ آیا وہ ہندوستان آ کر کس طرح رہیں نکاح ثانی کے بعد تعلیم النسواں کی کس طرح کوشش کی

اور کیا کیا ترقیاں باہر نکلنے کے بعد کی گئیں اور بہت جگہہ پردہ کو بُرے الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔

دوسری۔ دیکھئے آپا جان آج کل یہ لوگ فرضی قصّوں میں فرضی عورتوں کے مُنہ سے پردہ کو بُرا کہتے ہیں۔ ان کو کیوں خبط نے آگھیرا ہے جو خواہ مخواہ پردہ کے مٹانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ اپنے دیوان میں مولوی محب حسین صاحب مستورات کی بہت دردناک تصویر کھینچتے ہیں۔ خیر ہم کو شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔

پہلی۔ بہن یہاں پر مولوی عبدالحلیم صاحب شرر کے منشاء کے موافق ترکستان یا اَور بلاد اسلامی کی طرح پر وہاں کا مروجہ پردہ رائج ہونا بالکل بعید از قیاس ہے ہندی اسلامی مروجہ پردہ کی بدولت اسلامی ہندی مستورات بہت سی خرابات سے بچی ہوئی ہیں۔ اِس پُرآشوب ملک ہندوستان میں مروجہ پردہ چھوڑنا بہت کچھ خلاف مصلحت ہے۔ یہ زمانہ بہت ہی خطرناک ہے اور کوئی عزت دار با ایمان بیوی اس بابرکت و مقدس پردہ کو اِس نہایت ہی مہلک زمانہ میں اِن بیہودہ و پوچ اور لچر ترغیب سے چھوڑنا ہرگز پسند نہ کرے گی۔ مثل مشہور ہے کہ جیسا دیس ویسا بھیس۔ اگر ہم ہی ہندوستانی بیویں آج کسی بلاد اسلامی میں بھی چلی جائیں تو اپنی عادت کے سبب سے جو ہم ہندی مستورات میں بچپن ہی سے زندگی کا ایک جزو اعظم ہو گئی ہیں وہاں کی بیویوں کی طرح پھر بھی نہیں چل پھر سکتیں۔ مگر وہاں پر اس پردہ کا اُس پردہ کے رواج پر بدل دینا کچھ بُرا بھی نہ ہوگا۔ یہاں پر تو ہرگز یہ نہ ہوگا کہ

عرب یا اُور عظیم الشان بلاد اسلامی مثل قسطنطنیہ یا مراکش وغیرہ کے جہان
اِس طرح پردہ نہ کرنے میں کسی قسم کی بُرائی مثل ہندوستان کے نہیں ہے مگر
پردہ دراصحاب جو میم صاحبان کو بالطبع آزاد اور مثل مردوں کے بالکل بے حجاب
بازاروں وکوچہ وغیرہ میں صبح وشام پھرتے دیکھتے ہیں اُن کو بہت بڑے خبط نے
آگھیرا ہے کہ ہماری بیویئں بھی مثل اُن کے ہی آزاد پھرتی رہیں وہ یہ نہیں جانتے
کہ اِس کا انجام اُن کے حق میں سم قاتل کی مانند ہے اور وہ خود ہی اپنے پاؤں
پر کدال مارنا چاہتے اور اپنی اُجڑی مٹی قوم کی رہی سہی عزت کو بھی اپنے ہی
ہاتھوں بیخ وبنیاد سے اوکھیڑ دینا چاہتے ہیں اور اعلیٰ حضرت خلیفۃ المسلمین
کی محبت جو آج کل ہر طبقہ کے مسلمان مرد عورت لڑکا لڑکی ہر ایک کے دل
میں جوش زن ہے اور پردہ داران کو خوب معلوم ہے کہ امیر المومنین صرف
ایک نام مبارک کے کسی ایک کی زبان پر آجانے سے کُل سامعین اہل اسلام
کی نظریں بہت شوق سے اُس جانب اُٹھنے لگتی ہیں اسی وجہ سے اُنھوں
نے ترکی بیویوں کا تذکرہ زیادہ تر کیا ہے کیا ترکی بیویئں بھی مثل یورپین لیڈیوں
کے بالکل بے حجاب اور بیباک پھرتی رہتی ہیں انکے یہاں یوں تو شریف عالی خاندان
ترکی مستورات کو کچھ ایسی ضرورت باہر نکلنے کی نہیں ہوتی اگر شاذونادر کوئی
سبب اُن کے باہر جاکر خود اپنا خانگی کام کرنا ہوتا ہے تو بہت ہی گہرے پردے
سے جس میں سے اُن کے ستر کا کوئی حصہ دکھلائی نہیں دیتا - بُرقع جو اُن کے
سر سے پاؤں تک بہت لمبا اور بڑے گھیر وگھوم کا ہوتا ہے جس سے اُن کا سر سے
لیکر پاؤں تک کا سب جسم ایک سا معلوم ہوتا ہے - جب وہ کسی کام کے لیے

باہر نکلتی ہیں تو اُن کا باہر نکلنا دوسرے مردوں کو کچھ اچنبھا نہیں معلوم ہوتا کیونکہ
اُن کے یہاں ابتدا ہی سے یہ رسم جاری ہے مثل دوسری عام باتوں کے بیویوں
کا بھی اسی طرح کسی خاص کام کے واسطے باہر نکلنا کوئی وہاں نئی بات نہیں ہے
خود وہاں کے مرد پاک باز ہوتے ہیں اور جب راستہ میں کسی بیوی کو جاتے دیکھتے
ہیں تو خود دو چار گز فاصلہ پر کترا جاتے ہیں اور بیویئں بھی وہاں کی بوجہہ اِس
قسم کی عادت کے جو اُن کے یہاں مدتوں سے مروج ہے اپنے طریق کو بہت
پاکبازی سے نباہ لیتی ہیں اور بڑا سبب اُن بیویوں کی آزادی کا یہی ہے کہ
اُن کے مرد نیک ہیں بخلاف اِس کے ملک ہندوستان بالکل اس قابل
نہیں ہے کہ مستورات اپنا مروجہ پردہ چھوڑدیں - یہاں پر جب سے اسلامی
متبرک قدم آئے ہیں یہاں عادات کے مطابق اُن کا جاری کیا ہوا پردہ بہت ہی
عمدہ طریقہ پر مصلحتاً جو کیا گیا چل رہا ہے اور کسی قسم کا تغیر اِس پردہ کو نہ بدل سکا
ہزاروں انقلاب جب سے ہندوستان پر ہوئے اور دن بدن ہوتے چلے آتے
ہیں مگر پردہ صرف اسی وجہ سے کہ اہل اسلام کا جو ہندوستان کی بود و باش
اختیار کر چکے ہیں ایک بہت ہی بڑا حامی اور اُن کی عزتوں کو بچانے والا ہے
اب تک اُسی طریق پر جاری ہے اور جب سے اسلامی فاتح مقدس کے قدم
اس سرزمین ہندوستان میں آئے ہیں پردہ قائم کردہ اُسی طرح پر قائم ہے
اور جب تک اسلامی مبارک قدم اس سرزمین پر قائم رہیں گے (اور خدا کرے
کہ ہمیشہ قائم رہیں) یہ مروجہ اہل اسلام کی ناموس اعظم کا حامی پشت و پناہ
پردہ اُسی طریق مقدس پر قائم رہے گا اِس کفرستان میں بلاد اسلامی ترکی

یا مراکو وغیرہ کی طرح پردہ کا ایک نئی صورت بدلنا اس طرح ہوگا کہ جس طرح کوئی
مجمع کثیر میں ایک ذی عزت آدمی دفعتاً ننگا ہوجاوے اُس کی شرم کا کیا
ٹھکانا ہے افسوس کہ اب مسلمانون کو اپنی عزت اور نام کی بھی پرواہ نہیں رہی
اور وہ اپنا نام وننگ بھی اَور سب چیزوں کے ساتھ دوسروں کے سپرد بخوشی
کرنے کو تیار ہیں افسوس اور صد ہزار افسوس کہ ہر دتو ارکانِ اسلام سے نئی روشنی
کے ہاتھوں بالکل خراب اور خستہ ہورہے ہیں۔ اے احکم الحاکمین تو ان پر رحم کر
تیری نافرمانی جو انہوں نے کی ہے اُس کو معاف کر اور ان کی عقل سلیم پھر انہیں
عنایت کر تاکہ یہ اپنی اچھائی بُرائی کو بخوبی سمجھ لیں اور دوسری قوموں کی تقلیدیں
جو اُن کے مذہب کو گندہ کرنے والی ہیں اُن سے پرہیز کریں دوسری قوموں
کے ایسے کام جو ہمیں سب مسلمانوں کو فائدہ پہنچادیں اختیار کریں۔
دوسری۔ آپا جان یہ جو آج کل یورپین میم صاحبان کی حد سے زیادہ تعریف
ہوتی ہے اور اُن کو قوم کا بڑا ہمدرد کہا جاتا ہے (اور درحقیقت وہ اپنی قوم
کے فریق سے بہت ہمدرد ہیں) اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ سب خوبیاں اُن میں
بے پردگی اور کامل آزادی کے سبب سے ہیں کیا ہم ہندوستانی بیبیاں اپنی
قوم کی ہمدرد نہیں بن سکتیں بشرطیکہ اُنہیں اعلیٰ اور اخلاقی تعلیم دی جائے
اگر بیبیوں کو ضرورت ہے تو اعلیٰ درجہ کی تعلیم کی۔ آج کل ہندی اسلامی بیبیوں
کو جو تعلیم دی جاتی ہے وہ بالکل ایسی ہے کہ جیسے خود ہی اُن کو بُری راہ بتانا
صرف حرف شناسی تھوڑی سی اُردو کی آجانے پر وہ خوب پڑھی لکھی مشہور
ہوجاتی ہیں اُن کا بہت سا وقت شاعروں کے بالکل ہزل ہیں جو اُن کو بالطبع

مرغوب ہوتا ہے کھو دیتی ہیں اور مذہبی رسالہ یا اخلاقی رہنما ناول یا قرآن و تفسیر آنکھ اُٹھا کے نہیں دیکھتیں اخباروں کے نام اور اُن کی غایت سے بالکل ناواقف ہوتی ہیں اُن کو اپنے ملک سے جس میں وہ رہتی ہیں بالکل کچھ تعلق نہیں ہوتا نہ قانون مذہبی اور نہ قانون ملکی سے اُن کو کچھ سروکار ہوتا ہے۔ اُن کو یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ آج کل ہمارا بادشاہ کون ہے کہاں ہے اور اُس کو اپنی رعایا برایا سے کس قسم کا تعلق ہے اور اُن کو اس طرح کی تعلیم ہرگز نہ دلوانا چاہیے میری رائے میں اگر تعلیم اس طرح ہو تو بہتر ہے کہ قرآن و مسائل سے واقف ہونے کے بعد سلسلہ وار اُن کو آج کل کی شائع ہوئی کتابیں زیادہ تر علمائے سلف کے کارنامے ائمہ اطہار و صحابۂ کبار و کبائر علما کی سیریں اور بہادرانِ اسلام کے مشہور کارنامے اُن کو اُردو ہی میں پڑھائے جائیں جو آج کل کے فاضل مورخوں نے نہایت جانفشانی سے اُن کو قوم کے واسطے اُردو میں جمع کر دیا ہے ان کتابوں کے پڑھانے سے اپنی زبان میں ہی ہر طرح کا علم حاصل ہو سکتا ہے۔ اِسی طرح انجمن حمایت الاسلام لاہور کی تصنیف کی ہوئی فارسی کی پہلی۔ دوسری۔ تیسری۔ چوتھی وغیرہ بھی پڑھائیں چونکہ اُردو زبان کو فارسی زبان سے بہت مدد ملتی ہے اور اُردو بلا فارسی حروف کے دلچسپ نہیں ہو سکتی اور فارسی کے لغت اُردو میں بہت مخلوط ہیں اور فارسی اُردو زبان کی بہت بڑی مددگار ہے اگر ہو سکے تو سب علم اپنی زبان کے حاصل کرنے کے بعد تھوڑی عربی کے لغت اور انگریزی کی الف بے اور انگریزی حرف جوڑنا بھی سکھا دینا اُن کے واسطے بہت ہی مفید ہوگا اور جہاں تک ہو سکے اُن کو گھروں میں ماں باپ کی

پوری نگرانی کے نیچے تعلیم ہر قسم کی دی جائے اور فحش ناول اور ہزلیات سے
بھرے ہوئے دیوان یا مخرب اخلاق کتابیں ہرگز نہ پڑھنے دی جائیں ہاں نعتیہ
غزلیں اور دیوان جس میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریفیں سچے
دل سے ہوتی ہیں جیسے حضرت مولانا احمد حسین صاحب فقیر دہلوی رحمۃ اللہ
علیہ کا دیوان ہے یا مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اور مثل اس کے
اس کا کچھ مضائقہ نہیں اور اخبارات کو زیادہ تر دیکھنا اور اُن کے مطالب پر
غور کرنا اور اُس کی غایت کو اچھی طرح سمجھنا اُردو داں مستورات کو بہت کچھ
فائدہ پہنچا سکتا ہے اخبارات بھی ایک ایسا ذریعہ ملک و قوم کے لئے ہیں
جس سے سب طرح کی باتیں زمانہ کی نیرنگیاں دنیا کے انقلاب زمانہ کا اُلٹ پھیر
سلطنتوں کا کایا پلٹ دین اسلام کا اعلیٰ نمونہ بہم پہنچ کر انسان کو بہت کچھ
بتا سکتے ہیں۔ میری رائے میں بعض اخبارات اس قابل نہیں ہیں کہ اُن کو
بیبیاں پڑھیں میں اُن اخباروں کا نام لینا پسند نہیں کرتی مگر یہ اخبار جو اپنے
اسلام دین اور اپنے ملک کے سچے فدائی اور اپنے حاکم کے فرماں بردار اور ملک
کو اچھی تدبیریں بتانے والے اپنی جگر خراش صداؤں سے قوم کا دل ہلانے والے
قوم کو صنعت و حرفت تجارت کی ترغیب دینے والے مثلاً کرزن گزٹ۔ نیر آصفی
مخبر دکن۔ پیسہ اخبار۔ وطن۔ وکیل۔ البشیر۔ شمس الاخبار۔ مشیر دکن۔
قومی رفیق وغیرہ مثل اُن کے بہت ہی اعلیٰ درجہ کے اخبار ہیں اور اگر یہ ان کو
قوم کا چراغ کہا جائے تو بالکل بجا اور ٹھیک ہوگا۔ پس اگر میری رائے کے
موافق مستورات ہند کو تعلیم دی جائے تو وہ صرف اُردو ہی سے بہت علم

حاصل کر سکتی ہیں یہ علم حاصل کر کے مستورات پردہ ہی پردہ میں اپنی قوم کے واسطے بہت کچھ کر سکتی ہیں مگر پردہ ان کے حق میں مثل سدِّ سکندری کے ہے جو یاجوج ماجوج کے فتنہ کی حائل ہے اسی طرح پردہ بہت فتنوں کو ڈھانپے ہوئے ہے اگر کسی پردہ نشین بی بی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا ہو تو وہ نہایت آرام سے پردہ کی سواری میں آجا سکتی ہے مگر نہیں کیا کہ کہیں ناجائز جگہ وہ ہرگز نہیں جا سکتیں اور نہ اُن کو اس قسم کی جرأت ہوتی ہے۔ کیوں۔ یہ ڈر صرف مقدس پردہ کی بدولت ہے جو ہر ایک قسم کے بُرے کاموں سے بچانے والا ہے

پہیلی۔ بہن فیروزی بیگم تم نے ابّا جان کے کتب خانہ میں وہ کتاب ضرور دیکھی ہوگی جس کا نام "دربار لندن کے اسرار" جس میں مہذب دنیا (یعنی لندن پائے تخت ایڈورڈ ہفتم قیصر ہندوستان) کی پورے پورے طور پر سچی قلعی کھولی گئی ہے اس بے پردگی بدولت کیا کیا آفتیں نازل ہوئی ہیں اسی بے پردگی کو اصحاب پردہ دران اپنا فخر سمجھ کر بہت زور و شور کے ساتھ جھوٹی جھوٹی من گھڑت روایتیں اور قصے (اگرچہ وہ سچ ہی کیوں نہ ہوں مگر تقلید کے لایق نہیں ہو سکتیں) بیان کرتے ہیں۔ یہاں مجھ کو ایک روایت یاد آئی ہے جو محب حسین صاحب نے اپنے معزز رسالہ معلم النسواں میں لکھی ہے وہ حکایت ایسی مزے دار ہے کہ سب بیبیوں کو اُس کی تقلید کرنا شاید محب حسین صاحب اور اُن کے ساتھیوں کو بہت خوش کرے گا۔ وہ اس طرح ارقام فرماتے ہیں:۔

طرز معاشرت۔ مصر کی ایک معزز شاہزادی نازلی خانم نے یورپ کی طرز معاشرت اختیار کی ہے (آپ کا منشاء ہوگا کہ سب وہاں کی طرز معاشرت اختیار کریں) اور

ایک مصری ڈاکٹر (بھلے کو انگریز ڈاکٹر نہ لکھا) کے ساتھ شادی کرکے وہ آپ یورپ کی سیر وسیاحت کو روانہ (کیونکہ مصر میں اُن کو ایسی جرأت نہ ہوتی) ہوئی ہیں مدت سے اہل مصر اپنی مستورات کی تعلیم اور تربیت اور تہذیب اور شائستگی کی طرف متوجہ ہیں مصر میں جابجا مدارس نسواں قائم ہیں جہاں لڑکیاں یورپین طریقہ تعلیم کے مطابق پڑھائی جاتی ہیں عموماً عورتیں انگریزی - فرانسیسی - جرمنی (ہم نے جب ہی سمجھ لیا تھا کہ آپ اس کو تہذیب فرمانے والے ہیں) جانتی ہیں اور بعض معزز عورتیں قومی کاموں میں (خدا کرے یہ سچ ہو) سرگرم ہیں انہوں [۵۱] نے اس کفن نما برقعہ کو بھی ترک کردیا ہے جس [۵۲] سے عورت بیجّا معلوم ہوتی ہے اور وہ مردوں [۵۳] کے ساتھ ہر جلسوں میں دوش بدوش شریک رہتی ہیں اور انگریزی معزز خاتونوں کے ساتھ ایک میز پر کھانا کھاتی ہیں - انگریزی پوشاک پہنتی ہیں - اور شام کو خود بگھی ہانکتی نظر آتی ہیں - اس کو ہمارے مسلمانان [۵۴] ہند عموماً ناپسند کرتے ہیں - وہ ہندؤں کے طرز معاشرت رسوم وعادات پر مٹے ہوئے (ان باتوں میں ہندؤں کی تقلید کا نام لینا آپ ہی کا کام ہے) ہیں انہوں نے اپنی عورتوں کو گھر کی چاردیواری میں بند کرکے بالکل جانور بنا دیا ہے واہ ری مسلمانی اور واہ (چلئے آپ تو چرانے کو موجود ہیں) ری عقل اسی تہذیب پر اہل یورپ کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں -

این خیال است ومحال است وجنوں

---

[۵۱] ناظرین ان کے اصلی منشار کو سمجھ جائیے کہ کیا کیا میاں شکم مبارک میں بکار رہے ہیں -
[۵۲] شاید آپ بہت ڈرتے ہوں گے کیونکہ بیجّا سے اکثر بچے ڈرتے ہیں اور بچپن سے ماں باپ بہت ڈرا ڈرا کے پالتے ہیں -
[۵۳] اس کو ذرا غور سے ملاحظہ فرمائیے -
[۵۴] آپ تو پسند کرتے ہیں دیکھئے کیا آپ کے عقائد ہوں -

یہ ہیں محب حسین صاحب کی چہ می گوئیاں - اُن کا منشاء اصلی ذیل کے مضمون سے وضاحت کے ساتھ معلوم ہو جائے گا وہ جو یہ بے تکی ہانکتے ہیں کہ مسلمانانِ ہند اس کو ناپسند کرتے ہیں یعنی شام کو بگھی ہانکنا مردوں کے ساتھ جلسوں میں دوش بہ دوش شریک رہتی ہیں اُنہوں نے اِس کفن نما برقعہ کو بھی ترک کر دیا ہے جس سے عورت بیچا معلوم ہوتی ہے انگریزی پوشاک پہنتی ہیں وغیرہ وغیرہ بھلا یہ باتیں عزت دار بھلا مانس آدمی اس کو کیوں ماننے لگا تھا اور ہنود کے مراسم کا بھلا اس میں ذکر کا کیا موقع تھا آج کل بہت خدا کے بندے نیک خود ہی بے جا مراسم کے مٹانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں - اور ہنود کی عادات کا جو آپ نے پردہ کے معاملہ میں ذکر کیا تو اُس کا جواب یہ ہے کہ (عالی خاندان ذی عزت) خود ہندو صاحبان نے بھی پردہ کو موجب خیر و برکت سمجھ کر اپنے یہاں رائج کر لیا ہے بہت سے ہندو گھرانے ایسے ہیں کہ اُن کے یہاں بالکل مسلمانوں کا سا بلکہ بعض کے یہاں اُس سے بھی سخت پردہ کرایا جاتا ہے اور اسی طرح اَور قوموں کی عمدہ تقلید کرنے سے بہت فائدے پہنچ سکتے ہیں - آپ جو فرماتے ہیں کہ اس کفن نما برقعہ کو اکثر ترک کر دیا ہے اور مردوں کے ساتھ جلسوں میں دوش بدوش پھرتی ہیں اور انگریزی پوشاک پہنتی ہیں اور شام کو بگھی ہانکتی نظر آتی ہیں - اس کو آپ[سلہ] تہذیب سمجھے ہوئے ہیں افسوس آپ اسلام کا دعوے کرتے

سلہ ۹ اگر محب حسین اس کو تہذیب نہ سمجھتے تو اس طرز معاشرت کو معلم النسواں میں انہیں درج کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی کیونکہ وہ اصحاب پردہ دران کے اعلیٰ ممبر ہیں اور رسالہ بھی ان کی ہی سرپرستی میں ہے تو اُن کو ضرور ہوا کہ ایسی حکایتیں چن چن کر اسلامی ممالک سے ہی اُن کو شروع کریں کیونکہ میموں کی تقلید کرانی ذرا مشکل تھی اگر وہ ان خراب باتوں کی شکل مردوں کے ساتھ دوش بہ دوش پھرنا مکروہ رکھتے تو ضرور اُس کو برا بھی لکھتے اور یہ کہ آج کل کے مصری لوگ تہذیب کو نسوان مصریہ میں رواج دے رہے ہیں ۱۲

ہیں اور خود ہی اسلام کے پاک مذہب کے جادۂ اطاعت سے انحراف کرتے ہیں
آپ اپنے بیان کے موجب قرآن وحدیث سے بالکل مختلف ہیں قرآن اور حدیث
جو کلمۃ اللہ وکلمۃ الرسول ہیں کھلے کھلے نامحرموں سے پردہ کرنے کو حکم فرماتے ہیں
بلکہ علماء یا عقلاء کہ اِس کو بھی جائز نہیں سمجھتے کہ مستورات اپنے حقیقی ماموں یا
پھوپھی یا خالہ یا تایا یا چچازاد بھائیوں کے سامنے بھی نکلیں اسی طرح دیور کا بھی
حکم ہے تو پھر غیر مردوں کے ساتھ جلسوں میں دوش بدوش پھرنا کجا- واہ جی
محب حسین کجا اسلام کے مقدس معزز احکام اور کجا تمھارے لغو مضمون جن کو
آپ اپنے نزدیک آیت حدیث یا آیت قرآن سے بڑھ کر سمجھتے ہیں- اگر آپ کے
نزدیک یہی تہذیب اور اخلاق ہے تو مبارک ہو آپ کو اپنی ادراک وعقل-
اللّٰھم زد فزد- مگر انشاء اللہ تعالیٰ یہ آپ تک یا آپ کے چند محدود ہمخیالوں تک
ہی خدا کرے گا تو آپ اپنی حد سے آگے نہ بڑھ سکیں گے-

دوسری- آپا جان بیشک یہ بات سچ ہے بھلا صدیوں کی مروج بات کچھ
مسلوب الخیال آدمیوں کے کہنے سننے سے چھوڑی جا سکتی ہے- اِس کے بعد
کچھ اَور لڑکیاں کمرہ میں آگئیں اور مختلف باتیں ہوتی رہیں جن سے ہم کو کچھ
تعلق نہیں ہے-

دوسرا باب

خوب خبط سمایا

صبح کا وقت ہے ۷ بجے ہیں کہ اُسی مذکورالصدر خوبصورت بنگلہ میں وہی لڑکیاں نماز وغیرہ سے فراغت حاصل کر کے ایک تو قرآن شریف کی تلاوت کر رہی ہے دوسری تلاوت کرنے کے بعد گھر کے ضروری کاروبار کی طرف متوجہ ہے یہ ایک اچھے شریف متوسط الحالت خاندان کی لڑکیاں ہیں ان کے باپ متوسط درجہ کے متمول آدمیوں میں ہیں اور عالی خاندان تعلیم یافتہ لوگ ہیں۔ ان کے چار لڑکیاں اور دو لڑکے ہیں سامنے کے صدر دالان میں ایک بہت خوبصورت فرش دری کا بچھا ہوا ہے اور صدر میں ایک خوش نما قالین بچھا ہوا ہے اور ایک گاؤ تکیہ بھی قالین پر رکھا ہوا ہے اُس قالین پر اُن لڑکیوں کا بڑا بھائی جس کا نام ارشد حسین ہے ابھی ناشتہ سے فراغت پا کر بیٹھا ہے اس نے شہر کے کالج میں انٹرنس تک تعلیم پائی ہے اور اب بھی پڑھ رہا ہے اِن کی والدہ صاحبہ بھی ابھی آنکر ان کے پاس بیٹھ گئیں اور پاندان کھولا خود پان کھایا اور لڑکے کو دیا اتنے میں ایک بچی جس کی عمر ۸ سال ہو گی آئی اور اُن بی بی کے پاس بیٹھ گئی یہ بچی بڑی پیاری ہے اور ارشد حسین صاحب کی سب میں چھوٹی بہن ہے اور اس کا نام نصیر بیگم ہے اِس کا کلام مجید ختم ہو چکا ہے اور اب اپنی بڑی بہن سے اُردو اور منجھلی بہن سے فارسی پڑھتی ہے اِس بلنے کہا۔

نصیر بیگم - اماں جان اب بھائی صاحب سے وُہی بات کہو۔

اماں جان - کونسی بات کہوں۔

نصیر بیگم - وہی خالہ جان کے گھر کی - مجھے چھوٹی آپا نے بُلایا تھا نہ۔

لڑکا - کون سی بات ہے مجھ سے کہو۔

بیگم صاحبہ - ہاں ننھے میاں باجی نے مجھے کئی دفعہ بُلا بھیجا اور میں کئی دفعہ تم سے کہہ چکی ہوں کہ تم لوگ پہلے مجھے پہنچوا دو پھر کہیں چلے جانا گھر سواریاں ہوتے سہاتے میں یوں مجبور بیٹھی رہوں ایک دن اتنی تکلیف بھی گوارا کرو کہ مجھے پہلے پہنچا دو کیوں ایسا مجبور کر رکھا ہے اُنہوں نے کئی دفعہ کہلا بھیجا کہ گھر کی سواری ہے کبھی کبھی چلی آیا کرو وہ جی میں مجھے کیا کہتی ہونگی اِدھر لڑکیاں ہیں کہ مجھ سے ہر وقت کہتی ہیں کہ اماں جان خالہ جان کے گھر کب چلو گی تم لوگوں نے مجھے ایسا مجبور کر دیا ہے - باہر جب پوچھواتی ہوں یہی معلوم ہوتا ہے دونوں سواریاں خالی نہیں ہیں آج چھوٹے میاں جا رہے ہیں کل بڑے میاں جا رہے ہیں - شوق سے جاؤ مگر مجھے بھی تو پہنچوا دو یا کرایہ کی گاڑی لاؤ۔

ارشد حسین (طنزاً ہنس کر) اجی اماں جان صاحبہ سواری کا کیا ہے آپ از خود مجبور بنگئی ہیں یہ سب پردہ کی بُرائی ہے جو آپ سواری کی محتاج ہیں اگر پردہ کی فضول قید آپ کو نہ ہوتی تو آپ کیوں مجبور ہو کر ایسی بیٹھی رہتیں - گئیں ہو آئیں گاڑی ملی ملی نہ ملی نہ ملی آپ نے ناحق خود کو اس جنجال میں ڈال رکھا ہے۔

بیگم صاحبہ۔ اے لڑکے اللہ اللہ کر تیری بھی کیا مسخرے پن کی باتیں ہیں اے اب اِس مسخرا پن کو چھوڑو (خوب زور سے ہنس کر) یہ تم نے کیا کہا کہ پردہ کے جنجال میں تم کیوں پڑی ہو کیا خوب میں اکیلی اِس پردہ میں ہوں ہمارے باپ دادا کے وقت سے پردہ ہی ہمارا طریقہ ہے۔

ارشاد حسین۔ تم لوگوں میں یہی تو خرابی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جاہل عرب یہی تو کہا کرتے تھے کہ کیا ہم نرالے بتوں کو پوجتے ہیں جو ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں وہی ہم بھی کر رہے ہیں جو وہ کہتے تھے وہی آپ بھی آج کہہ رہی ہیں۔

بیگم صاحبہ۔ بیٹا وہ جاہلیت کی بات اَور ہے اور یہ میرا کہنا اَور بھلا کُفر کو آپ مٹانا چاہتے تھے تو اُس کے جواب میں کفار کہا کرتے تھے کہ ہم کیا بُت پرستی میں نرالے ہیں ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں۔ یہ پردہ ایک مقدس اسلامی رسم ہے اور پاک اسلام میں جاہلیت کی طرح باہر پھرنے کی ممانعت ہو چکی کہ (وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ) اپنے گھروں میں جمی بیٹھی رہو اور جاہلیت کی طرح نہ پھرو اَور تم نے میری اور کافروں کی بات ایک کر دی اُن کے واسطے قرآن میں وارد ہوا کہ تمھارے باپ دادے اپنے کئے کو بُھگتیں گے تم اپنی بھلائی سوچو ایک عمدہ قانون پردہ کا مستورات کے واسطے بن چُکا ہے اور اس کو کوئی کہے کہ تم باہر خود چلی جاؤ تو اُس کے جواب میں کوئی کہے کہ ہم کیسے بے پردہ ہوں جبکہ ہمارے باپ دادا کے وقت سے پردہ اسی طریق پر مروج ہے تو یہ جواب اُس جواب کے مشابہ نہیں ہو سکتا۔

اِس طرح کی باتیں بالکل حماقت میں داخل ہیں یہ تم نے کہاں سیکھا۔
ارشد حسین۔ میں نے بہت لوگ پردہ کے مخالف دیکھے اور کئی کتابیں بھی اِس قسم کی پڑھیں جس سے مجھے یہ خیال ہوا کہ پردہ کی رسم فضول ہے کئی جگہ یہ بھی پڑھنے اور سننے میں آیا کہ بیبیاں پردہ سے ناراض ہیں اور اُس کو قید سے تعبیر کرتی ہیں۔ الحمد للہ کہ مجھ کو معلوم ہو گیا کہ پردہ کا چھوڑنا بیبیاں خود نہیں چاہتیں۔ درحقیقت پردہ ایک رحمت عظمیٰ مستورات کے حق میں ہے اور ساتھ میں یہ بھی معلوم ہوا کہ بیبیاں پردہ ہی میں رہ کر عمدہ تعلیم پا سکتی ہیں اور ایسے سوالات پر جواب شافی دے سکتی ہیں۔
بیگم صاحبہ۔ بھلے کو مجھے تمہارے خیال معلوم ہو گئے نہ معلوم اَور کیا زور پکڑتے دیکھو اب سے تم کبھی ایسے مہمل اور بے سروپا خیالات میں نہ پڑنا بس سیدھے سادے مسلمان بنے رہو واہ تم کو خوب خبط سمایا قرآن کے احکام پر جان و دل سے عمل کرو اور اُس کے سچے رسولؐ اکرم کی حدیثوں کو اپنا دستور العمل بناؤ اور اصول اسلام نماز روزہ پر ہر طرح ثابت قدم رہو جو اصول کہ مسلمانانِ سلف کے تھے جن سے وہ بامِ ترقی پر چڑھے تھے اُن کو اپنی زندگی کا جزو اعظم سمجھو بس یہی اسلام ہے ناحق کے جھمیلوں میں پڑنا بڑی حماقت ہے۔ خبردار اب ایسے جھگڑوں میں ہرگز نہ پڑنا جہاں تک ہو سکے ان سے بچ کر چلنا۔ تجھ کو کسی سے کیا غرض اپنی نبیڑ تو۔ اپنا دین کھو کے دوسروں کو خواہ مخواہ اچھی بُری نصیحت کرنا۔
ارشد حسین۔ اماں جان میں آپ کی مشفقانہ نصیحت کو اپنے جان و دل

میں جگہ دونگا انشاء اللہ تعالےٰ اب سے کبھی ایسے خرافات جھگڑوں میں نہ پڑونگا
تھوڑی دیر کے بعد اماں جان۔ اختری۔ فیروزی کہاں ہیں میں نے انھیں
کئی دن سے نہیں دیکھا اچھا کونہ اختیار کیا ہے کیا مجھ سے بھی پردہ کرنے لگیں
یا کہیں گئی ہوئی ہیں وہ آج کل کیا کرتی ہیں۔
بیگم صاحبہ۔ اے میاں وہ تو دونوں بالکل ایسی ہو گئی ہیں کہ کیا کہوں
تھوڑا بہت کام کیا اور کمرے میں گھس گئیں۔ جمعدار کی لڑکیاں سفیہن اور
رضیہ و نصیبن آئی ہوئی ہیں بس وہ اور وہ ہیں خدا معلوم کیا کیا تجویزیں
ہوتی رہتی ہیں۔
نصیر بیگم۔ اماں جاں وہ تو آپا جان اور باجی آپا تو کتاب پڑھ رہی ہیں سفیہن
آپا اور سب کی رائے ہو رہی ہے تھوڑے دنوں میں بڑی آپا اور سب کو
مہمان بلائیں گی اور کچھ کمیٹی مقرر ہونے والی ہے ایک جلسہ بھی ہوگا۔
ارشد حسین۔ اوہو چھٹن وہ کیسا جلسہ ہے ذرا اُن کو یہاں تو بلا لینا۔ کریاً
او کریاً (کریاً آئی) ذرا منجھلی بیگم کو تو بلاتی لاؤ۔ کریاً بلانے کو گئی اختری بیگم
آئیں۔
اختری بیگم۔ بھائی صاحب آداب عرض کرتی ہوں۔ آپ نے مجھے کیوں
یاد فرمایا ہے۔
ارشد حسین۔ بہن تم تو اپنی صورت مطلق نہیں دکھاتیں کیا مجھ سے
چھپنے لگیں۔
اختری۔ نہیں سامنے آپ کے میں کیوں نہ آتی مگر فضول ادھر سے اُدھر

پھرے جانا کس کام کا۔ اسی لئے جب کام سے فراغت ہو جاتی ہے سب بہنیں مل بیٹھتی ہیں۔ آپ سے کیوں چھپتی اور مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ گھر میں تشریف رکھتے ہیں۔

ارشد حسین۔ یہ جلسہ کیا ہو رہا ہے ہم بھی تو سنیں

اختری بیگم۔ آپ سے کس نے کہا کیا نصیر بیگم نے کہا ہوگا

ارشد حسین۔ ہاں نصیر بیگم نے کہا ہے کیا جلسہ ہے میں بھی تو سنوں۔ کس قسم کا جلسہ ہے۔

اختری بیگم۔ پردہ کے اوپر ہوگا ہم سب نے ایک تدبیر ٹھیرائی ہے کہ سب سے پوچھیں پردہ سے راضی ہیں یا ناراض بس یہی ہے اور کچھ نہیں۔

ارشد حسین۔ جاؤ مگر شاندار جلسہ کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ بعد کو ہنسی اُڑے۔ والدہ صاحبہ آپ کو بھی خبر ہے یا نہیں۔

بیگم صاحبہ۔ ہاں خبر ہے مجھ سے بغیر پوچھے یہ بھلا کیوں کرتیں۔

اِس کے بعد نو بج گئے لڑکا اُٹھ کر مدرسہ کو چلا گیا اور سب مختلف کاموں میں لگ گئے

تیسرا باب

شاہزادی زیب النساء مخفی

شعر

تا کے شراب مستی یا اَیُّہَا السّٰکارا	بگذشت موسم گل شد نالہ ہائے بلبل

عصر کا وقت ہے پانچ بجے ہیں اور اُسی مذکورالذکر بنگلہ میں وہی دونوں لڑکیاں

اُسی بڑے ہال میں بیٹھی ہوئی ہیں۔ فیروزی بیگم ایک اخبار پڑھ رہی ہیں اور اختری اُن کے برابر ہی بیٹھی سی رہی ہیں۔ ان میں پہلے باب میں جس کو پہلی لکھا ہے اُس کا نام فیروزی بیگم ہے اور دوسری کا نام اختری بیگم ہے۔ اختری بیگم فیروزی کی چھوٹی بہن ہے۔ ان کی والدہ اپنی بہن کے یہاں چلی گئی ہیں مگر یہ دونوں اُن کے ساتھ نہیں گئیں۔

فیروزی (کتاب پڑھتے پڑھتے) دیکھو اختری ہمارا دل تو یہاں ہندوستان میں نہیں لگتا کتابوں میں وہ جاہ و جلال اسلام کا جو لکھا دیکھتے ہیں اُس کا کچھ پتا دارالخلافۃ قسطنطنیہ میں جو ہمارے امیرالمومنین خلیفۃ المسلمین کا پایہ تخت ہے ملتا ہے میرا دل تو یہ ہوتا ہے کہ خدا نے روپیہ تو تھوڑا بہت دیا ہے ابا جان مع ہمارے سب کے وہیں جا رہتے تو کیا اچھا ہوتا اور ہر جمعہ کو سلطان المعظم خلد اللہ ملکہٗ و حشمتہٗ کا جاہ و جلال کے ساتھ جمعہ کی نماز کے واسطے مسجد میں جانا اور ہر وقت اسلام کی شوکت کا نظر آنا۔ اور ہر طرف اسلام کا غلغلہ حضرت عمر فاروق اعظم کی سوانح عمری الفاروق جو اس وقت میں پڑھ رہی تھی اُس کو پڑھ کر میرا دل بے اختیار ہو گیا۔ کاش کہ ہم اُس عہد معدلت میں ہوتے تو کیا خوب ہوتا۔ افسوس ہے کہ ہم اِس زمانہ میں ہوئے یہاں ہر طرف اسلام کی توہین پر مسلمان ہی کمربستہ ہو رہے ہیں۔ کوئی نیچری ہے کوئی وہابی ہے کوئی شیعہ ہے کوئی دہریہ ہے کوئی مرزائی ہے کوئی پیغمبر ہی بنا جاتا ہے کوئی امام مہدی ہی بن بیٹھنا چاہتا ہے۔ غرض اسلام کو لوگ محض کھیل کی طرح استعمال میں لانا چاہتے ہیں خدا سے اور اُس کے رسول سے نہیں ڈرتے۔

اختری بیگم - آپا جان آج کل وہ دن آگئے کہ اگر کوئی اسلام کا فدائی ہوتا تو
خدا جانے روتے روتے اپنا کیا حال کرتا اسلام کی ہند میں اس کس مپرسی کی
حالت میں خود مسلمانان ہند کا ڈال دینا ہر درد مسلمان ہر عورت مرد کے واسطے
خون کے آنسو بہا دینے والا ہے - ہمیں وہ لوگ تھے جو کبھی خاکساری انکساری
فروتنی - عاجزی - مسکینی - اولوالعزمی - ثابت قدمی - جوانمردی - تہوری - اعلیٰ
درجہ کی بہادری - غرض ہر ایک علم و فن میں مسلمان فرد تھے - محنت - جفاکشی
بلند ہمتی - شجاعت - سخاوت - تجارت - زراعت - فلاحت - تواضع - مہمانداری
اصول ایمان مین پختگی - روزہ نماز میں چُستی - مظلوم کی مدد میں پیش قدمی -
حق ہمسائگی - ان سب باتوں میں اظہر من الشمس تھے اور ان صفات متذکرہ کو
اپنے پیارے وطن عرب سے ساتھ لائے تھے مگر اُن کے اخلاف نے اپنے اسلاف
کے جوہر ذاتی و ایمانی جو اُنہیں وراثتاً پہنچے تھے - افسوس اُس موروثی دولت
کو مسلمانوں نے جو اُن کے سلف نے بہت محنت ریاضت کے ساتھ حاصل
کی تھی نہایت بے پروائی سے دولت دنیوی کے پیچھے پڑ کر ضائع کر دی اور
اُس کو بیدریغ خرچ کئے گئے جب تک وہ بالکل ان کے یہاں مع اپنے خیر و برکت
دولت - ثروت - عزت - عظمت - وقار - اقبال - جاہ و جلال - ہیبت - کے اپنے
ساتھ لیکر ہمیشہ کے لئے نہ چلے گئے - مگر ان غافلوں کو اُن کے جانے کا مطلق
دھیان نہ ہوا اور وہ رفتہ رفتہ کھسک رہی تھی اُنہوں نے اِس کو مضبوط نہ پکڑا
آخر دولت - ثروت سب کی سب چیزیں چلی گئیں اُن کو اُس وقت خبر ہوئی
جبکہ اُن کی دولت کو دوسری قومیں جو مدت سے اُس کے انتظار میں بیٹھی تھیں

ہڑپ کر چکیں۔ افسوس اُن کو جب ہوش آیا جبکہ پانی سر سے گذر چکا تھا اور اُن کی آپس کی نا اتفاقیوں کی بدولت یہ بالکل مفلس اور قلاش ہو گئے۔ ان کے ہاتھ بیس حیف ہے کہ کچھ ہنر نہ رہا۔ مال جب جا چکا تب مال کے اصل حقداروں کو خبر ہوئی کہ وہ کس حال میں ہیں پھر وہ کچھ کچھ خواب غفلت سے چونکے آہ جب قدرے ہوش ہوا جبکہ دوسری قلاش مگر ہوشیار قومیں اُس سے آراستہ پیراستہ ہو چکی تھیں افسوس مال والوں تم جب چونکے جبکہ کُل اثاثہ لٹ چکا تھا جبکہ قرطہ اندیش تمہارا مال تم سے لوٹ کر دنیا میں مہذب ترین قوم مشہور ہو چکے تم کو نشہ غرور سے جب افاقہ ہوا جب تمہارے پاس کچھ نہ رہا اور تم بالکل ہی مفلس ہو گئے۔ اب تمہیں ہر چیز کی حاجت انہیں لوگوں سے پڑی اور اُن کے سامنے ایک ذرا سی چیز مثلاً سوئی اور کاغذ میں لگانے کی ایک ادنیٰ آلپین یا ایک دیا سلائی تم خود نہیں تیار کر سکتے اتنی ذرا ذرا سی چیزیں تمہیں دوسروں سے مانگتے ہوئے شرم نہیں آتی تم اب چونکے اور اب اُس کی جستجو میں ہو اگر اسی طرح جستجو میں رہے تو شاید پھر پا لو گے اور اپنی کوشش میں کامیاب ہو جاؤ گے (اب پچتائے کا ہوت ہے جب چڑیاں چُگ گئیں کھیت) بعض ہمدردانِ قوم قوم کی مدد کے واسطے اللہ اکبر کہہ کے بے زر و بے پر توکل علی اللہ کھڑے ہو گئے ہیں اور انہیں پاک نفوس کی برکت سے دین اسلام کی ہند میں دوبارہ بہت کچھ ترقی ہوتی معلوم ہوتی ہے خدا ان صاحب ہمت بزرگوں کی کوششوں کو بار آور کرے اور یہ اپنی امیدوں میں کامیاب ہوں۔ یا الٰہ العالمین تو ان کی مدد کے واسطے عام مسلمانوں کے دلوں میں رحم ڈال دے تاکہ اسلام پھر اپنے جاہ و جلال کی طرف منعطف ہو اور

سب مسلمان اپنی اپنی ہمتیں اسلام کے واسطے وقف کردیں ان صاحب ہمت بزرگوں کو اور زیادہ ہمتیں دے تاکہ اور انجمنیں یتیم خانے وغیرہ اسلام کی تقویت کے واسطے بنتے جائیں اور مسلمان تجارت کی طرف مائل ہو جائیں اور پھر دوبارہ ان میں صنعت وحرفت کا شوق ترقی کرے۔ اور ان کی عقلیں بیکار نہ پڑی رہیں غرض کہ آج کل مرد مسلمانوں نے تو پھر ہوش سنبھالا ہے اور جو کچھ کیا اچھا کیا ہے آگے کو ہمدردی کی کامل امید ہے مگر افسوس مستورات پر کہ وہ اب تک بھی خواب خرگوش ہی میں ہیں اور اُنہیں بالکل اپنے توہمات اور بیجا رسومات شادی وغیرہ وغیرہ سے فرصت ہی نہیں ہوتی اُن پر طرح طرح کے حملے ہوتے ہیں طرح طرح کی بُری باتیں سُنتیں اور برداشت کرتی ہیں اور اُن کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی وہ برابر خدا اور اُس کے رسول کے احکام کی بہت توہین کرتی ہیں اور اپنی من گھڑت باتوں کو وہ اللہ کے احکام سے بھی زیادہ سمجھتی ہیں اب تک اُنہیں یہ خبر نہیں کہ ہم کیا تھے اور اب کیا ہو گئے ہیں۔ ہندوستان میں بھی آج کل خاص مسلمانوں کی قائم کردہ کئی انجمنیں۔ یتیم خانے۔ معذوروں کے واسطے خیرات گاہیں وغیرہ وغیرہ کھُلی ہوئی ہیں اس پر بھی وہ ابھی ملک وقوم کے واسطے ناکافی ہی سمجھی جاتی ہیں افسوس کی بات ہے کہ کوئی انجمن کسی قسم کی مستورات ہندی اسلامی کی طرف سے قائم نہیں ہوئی۔ افسوس ہماری ہندی اسلامی بہنوں میں یہ خیال نہیں ہے۔ ہاں بہن ان کی انجمن اور کمیٹی گھر کیا ہیں جب کبھی کنبہ میں شادی یا غم کی تقریب ہوتی ہے تو وہاں عورتوں کی بم پھوٹتی ہے اور ایک جگہ کئی کئی بیبیاں ملکر بیٹھ جاتی ہیں اور آپس میں طرح طرح کی نفاق انگیز باتیں پرانے

فساد کے بھڑکانے والے قصے اور غیبت - عیب جوئی - چغلخوری اس سے بدتر بانیں باتیں ہوتی رہتی ہیں - اگر خدانخواستہ کوئی بات دیرینہ فساد کی بھڑکانے والی ہے اور کسی کو اُن میں سے غصہ آگیا پھر کیا ہے وہ تو تو میں میں کا بازار گرم ہوتا ہے اور وہ مغلظات گالیاں اور کوسنے ہوتے ہیں اور ایسی ایسی چیخیں سنی جاتی ہیں کہ گھر ایک عرصۂ کارزار ہوجاتا ہے اور دونوں کی طرف دو فریق ہوجاتے ہیں - غرضکہ پوری پوری جنگ وجدال کا بازار گرم ہوجاتا ہے - لاحول ولاقوۃ اور اس حالت میں پاکیزہ خیالات کہاں سے آئے اُن کو تو کچھ اسی میں ہی مزہ معلوم ہوتا ہے افسوس یہ سب خرابی جہالت کی ہے اور یہی بیبیاں ایسی ایسی باتیں بدعت کی ایجاد کرتی ہیں کہ حیرت ہوتی ہے کہیں پردہ دار بیبیاں مولود شریف پڑھ رہی ہیں اور بزم مولودخوانی ہو رہی ہے اور مولود پڑھنے والیاں ہیں کہ چیخ چیخ کر اپنے گلے پھاڑے ڈالتی ہیں اُن کو کچھ اس امر کا خیال نہیں کہ غیر مرد ہماری آوازیں سنتے ہوں گے اور وہ خوف خدا سے بالکل بے بہرہ ہیں اور رسولؐ کے احکام سے بالکل بے خبر - کہیں یازدہم شریف اس دھوم دھام سے ہو رہی ہے کہ کچھ باہر کسبیاں ناچ رہی ہیں - طبلہ کھٹک رہا ہے عورت مرد سب خوش ہیں عزیز و اقارب آئے ہوئے ہیں یہ یازدہم شریف گویا ان پر بالکل فرض ہو چکی ہے نماز روزہ کی اتنی پرواہ نہیں ہے جتنی ان بدعتوں کی پابندی خود کو تو ان خرابات سے فرصت نہیں ہے - اگر شاذ و نادر کسی بی بی نے اس کو اشارہ کنایہ میں کچھ ان کو عذاب خدا سے ڈر کر بحق اہل اسلام ہونے کے سمجھا دیا تو اُس کی شامت آگئی دوزخ کے عذاب کے فرشتہ دنیا میں موجود ہو گئے تمام کنبہ

کی مستورات پنجہ جھاڑ کر اُس غریب کے پیچھے پڑ گئیں۔ کسی نے بدبختی کا معزز خطاب
عنایت کیا کسی نے بیوی کا کونڈہ کھانے سے ہمیشہ کے لئے خارج از دستر خوان
کردیا۔ چلو چھٹی ہوئی۔ حضرت امام غوث رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایسی ایسی گستاخیاں
روا رکھیں اُن کو بعض بعض تو بلکہ اکثر نعوذ باللہ خدا کے برابر با اختیار ہوتے میں
دقیقہ اُٹھا نہیں رکھتیں۔ ایک دفعہ میں نے پچھواڑے والی حمیدہ زاری سے
گیارھویں کے بارہ میں پوچھا کہ یہ لوگ حضرت امام غوث کا نام لیکر مانگتے ہیں
تو اس کا کیا سبب ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ بیٹی وہ خدا کے نیک بندے
تھے انہوں نے اپنے سے خدا کو اتنا راضی کیا کہ خدا نے اُن کو کُل خدائی کا مالک
کردیا اور سب خزانوں کی کنجیاں اُن کے قبضۂ قدرت میں آگئیں اور اب بھی
گو بظاہر اُن کا انتقال ہوگیا ہے مگر وہ زندہ ہیں اور ہر جگہ حاضر ہیں اُن کو کُل خدائی کا
اختیار ہے کیسی ہی مُراد اُن سے مانگی جائے اُس کو وہ فی الفور کردیتے ہیں بیشک
وہ خدا کا ہاتھ بٹانے والے ہیں۔ بہن توبہ میرا ایمان اُن کی اِن باتوں کو سُنکر
لرز گیا کہ ہائے افسوس خداوند عزوجل کو بھی انہوں نے موم کی ناک سمجھ لیا ہے
کہ کوئی جدھر چاہے اُسے موڑ سکتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ میں حضرت
غوث الثقلینؒ کی ولایت کی دل وجان سے قائل ہوں وہ خدا کے نیک اور نہایت
مقربین سے ہیں مگر پھر بھی خدا کے عبد ہیں۔ عبد اور معبود کا کسی طرح ایک رتبہ
نہیں ہوسکتا اور نہ وہ خود ان باتوں سے راضی ہیں وہ خود کو خدا کے غلاموں کے
غلام ہونے میں اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ افسوس مستورات پر کہ وہ اپنی اُخروی فلاح کی طرف
بالکل متوجہ نہیں ہوئیں اُن کا متوجہ ہونا کیا ہے یہ کہ اپنی بہنوں کو ہر طرح مدد دیں

غریب اور بےکس بےبس عورتوں کی مدد کو ہر طرح تیار رہیں اُن کو پڑھانے کا عمدہ طریقہ
اختیار کریں اور آج کل بہت سی غریب مستورات ایسی ہیں جو طرح طرح کی دستکاریاں
کشیدے بیل بوٹے انواع الواع کے سینے پرونے میں مشاق ہیں مگر افسوس
صد افسوس کہ کوئی ان کی قدر کرنے والا نہیں رہا۔ آج کل تو جنٹلمین صاحبان کو
میم صاحبان کی نفیس دستکاریاں اور مصنوعات دل سے بھاتی ہیں اگر کوئی اِن
مصیبت کی ماری ہندی مسلمان باہنر بیبیوں کے ہنروں کی قدر کرتا اور ہر طرح
کی مدد اِن کو ملتی تو ایک تو اپنے ملک کے ہنر کی ترقی دوسرے یہ بیچاریاں بھی
اپنے ہنر کی بدولت عزت اور فراغت سے بسر کر دیتیں۔ افسوس ہے کسی کو ان کا
خیال نہیں ہے۔ میری امیر اور متمول بہنوں کو اس کا خیال ہوتا کہ اپنے حد سے
بڑھے ہوئے فضول اخراجات کو ایک جائز حد تک گھٹا کر کچھ آمدنی قومی کاموں
کے واسطے بھی لگا دیتیں۔ افسوس آج کل ہر طرح کی قومی ہمدردی کافور ہو گئی ہے
اسلام ہندوستان میں نہایت ادبار کے ہاتھوں ڈال دیا گیا ہے ہماری ان ناچیز
صداؤں سے کیا ہو سکتا ہے جب دل ہی ملے ہوئے نہ ہوں ہر ایک کی رائے
متفق نہ ہو بقول شاہزادی زیب النساء بیگم صاحبہ شعر

بگذشت موسم گل شد نالہ ہائے بلبل	تا کے شراب مستی یا اَیُّہَا السُّکارا

یہاں تو سب کیا مرد کیا عورت اپنی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ ہی بنانا چاہتے ہیں
بھلا اس پر یہ امید ہو سکتی ہے کہ ان نااتفاقیوں اور مختلف راؤں کے سبب سے
کچھ عروج ہم کو اور ہمارے دین کو ہو سکے گا ہرگز نہیں جب تک سب یک جان و
یک دل نہ ہو جائیں اس کا چلنا محال ہے حضرت مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

این خیال است ومحال است وجنوں		ہم خدا خواہی وہم دنیائے دوں

ان کو نہیں معلوم کہ ہم کس مصیبت میں پھنسے ہوئے ہیں اس پر بھی اپنے کو بادشاہ وقت سے کم نہیں سمجھتے۔

شعر

نقد جن کے پاس ہے کھانے کو آٹا دال ہے		وہ سمجھتے ہیں کہ ہم بھی بادشاہ وقت ہیں

انہیں کسی سے کیا غرض ناں ذرا ان کی خواہشات فضول کو ٹوک دو پھر کس قدر برافروختہ ہوتی ہیں مردہ بہشت میں پڑے یا دوزخ میں انہیں اپنے حلوے مانڈے سے کام۔

دولتمند

فیروزی بیگم۔ بہن اختری بیگم میری رائے میں تو یہ انسب ہے کہ اگر کچھ ہمدرد قوم بیبیاں ایک رائے ہوکر ایک انجمن خاص نسواں کی بہبود کے واسطے کھول دیں اور ایک زنانہ مطبع اور ایک ہنر اور دستکاری۔ سینا پرونا۔ قرآن کے فوائد سے آگاہ کرنا اور مسئلہ مسائل سکھانا اور غریب مستورات کی تعلیم تربیت کے واسطے ایک اسکول بھی کمر ہمت باندھ کر کھول دیں۔ ایک اور اخبار بھی عمدہ خیالات کا بیبیوں کے واسطے شائع ہوا کرے جس میں ترکی۔ مراکو۔ کابل۔ مصر۔ بخارا۔ ٹونس۔ الجزائر وغیرہ کی مشہور عالمہ۔ فاضلہ۔ قابلہ مشہور بہادر اور ہنرمند بیبیوں کے حالات وقتاً فوقتاً سلسلہ وار چھپنے کا التزام خاص طور پر رکھا جائے اور زمانہ حال وگذشتہ کی مشہور مستورات کے کارنامے درج کئے جائیں اور مستورات ہند کو اسلام کے جاہ وجلال اور اسلام کی اصلیت کی طرف اس اخبار کے ذریعہ سے خبردار کیا جائے تاکہ وہ اسلام کے اصل مقاصد کو سمجھ کر قبیح افعال سے تائب ہوں اور ساتھ ہی مستورات ہند کو اعلیٰ حضرت خلیفۃ المسلمین کے (جو ہمارے روحانی مذہبی بادشاہ ہیں) مفصل

حالات سے اطلاع دیتے رہیں اور دارالاسلام قسطنطنیہ اور اعلیٰ حضرت کے تراحم خسروانہ والطاف بے پایاں سے سب کو وقتاً فوقتاً آگاہ کیا جائے۔ مگر افسوس ہمارے زبانی جمع خرچ سے کیا ہوتا ہے بات تو جب ہے کہ جب کر کے دکھائیں ایک آدمی بے زر و پر کچھ نہیں کر سکتا اگر زر بھی ہو تو بھی بے یکدلی و اتفاق کے کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ خدا سے دعا ہے کہ مجھے میری زندگی ہی میں یہ دکھا دے کہ جو جو میں نے کہا ہے وہ سب سچ ہو جائے لوگ سنیں گے تو (اپنے ضعیف دلوں کے سبب سے) مجھ پر ہنسیں گے میرے تم لوگوں کے کہنے کہانے سے کیا ہو سکتا ہے جب دل ہی احساس ہمدردی رکھتے ہوں مسلمانو سب کچھ تھے اور سب ہو سکتا ہے مگر اتفاق چاہیے۔ بقول

قوتِ مجموع ہو تم میں گر اے اخوانِ قوم اتصالِ اجزا کا چلنے میں کلوں کے سر تو ہے	پھر تمھیں ہو بہمن و رستم تمھیں سہراب و زال ورنہ ایک پُرزہ بگڑنے سے بگڑ جاتی ہے چال

اختری بیگم۔ ہاں آپا جان بے اتفاق کچھ نہیں ہو سکتا خاصکر بیبیاں بہت بگڑی ہوئی ہیں مگر انشاء اللہ تعالیٰ ضرور وہ اب خوابِ غفلت سے چوکیں گی اور مخالفین پردہ کو جتا دیں گی کہ بیبیاں پردہ ہی پردہ میں سب کچھ کر سکتی ہیں آپا جان اب تو شام ہو گئی اور ہمیں معلوم بھی نہ ہوا۔ اِتنے میں ایک خادمہ کمرے میں داخل ہوئی اور کہا بیبیوں اب تو بالکل شام ہو گئی میں تو لیمپ جلانے کو آئی ہوں اور آپ ابھی تک یہیں بیٹھی ہیں۔ بڑی بیگم صاحبہ کے آنے کا وقت ہو گیا اب آتی ہوں گی۔

فیروزی بیگم نہیں۔ اماں جان آج نہیں آنے کی ہیں اور ہمارا دل اکیلے میں

بہت گھبرا رہا ہے تم ذرا اُس چھوٹے بنگلہ چلی جاؤ جہاں وہ مولوی صاحب اباجان
کے دوست رہتے ہیں مولوی صاحب کی بی بی سے کہنا کہ والدہ صاحبہ تو خالاجان
کے گھر چلی گئی ہیں ذرا آپ بہن عظیم النساء بیگم اور کریم النساء بیگم کو بھیج دیں تو
بڑی مہربانی ہو گی بھابی جان و بھائی صاحب بھی گھر میں نہیں ہیں وہ بھیج دینگی
کریمن۔ اچھا بی بی میں ابھی جاتی ہوں مجھے کیا عذر ہے مگر شاید وہ اُن کو
اِس وقت نہ بھیجیں۔
اختری بیگم۔ بہنا تم جاؤ تو سہی وہ ضرور بھیج دیں گی تم کہنا کہ بھائی جان بھی
نہیں ہیں۔ پھوا جان نے اُن کو طلب کیا ہے کریمن تو چلی گئی یہ مغرب کی نماز
پڑھنے کو چلی گئیں۔

چوتھا باب

(کفر توڑا خدا خدا کرکے)

اختری اور فیروزی نے نماز سے فارغ ہو کر اپنے والد کو کھانا کھلوایا اور سب
معمولی کاروبار سے فراغت پانے کے بعد وہ کریمن کا انتظار کرنے لگیں۔
اختری بیگم۔ آپا جان ابھی تک کریمن نہیں آئیں ان کی بہت بُری عادت ہے
کہ جہاں جاتی ہیں بیٹھ جاتی ہیں۔
فیروزی بیگم۔ ہاں باتوں میں لگ گئی ہوں گی اب تک نہیں لوٹیں۔
اِتنے میں کریمن سامنے سے آتی ہوئی نظر پڑی اور آتے ہی کہنے لگی دیکھو میں کہہ تو
آئی ہوں وہ ابھی آرہی ہیں سواری تیار کروائی گئی تھی وہ سوار ہونے کو تھیں

میں آپ کو اطلاع کرنے کے واسطے پہلے آگئی ہوں اُن کی ماں نے بڑی مشکل سے بھیجا ہے وہ تو نہ بھیجتی تھیں مگر مولوی صاحب آگئے وہ فوراً سنتے ہی بھجوانے پر راضی ہوگئے۔

فیروزی بیگم۔ واہ بوا تم نے خوب راستہ دکھایا خیر وہ تو آرہی ہیں۔

یہ کہکر اختری فیروزی بڑے دالان میں آنے والے مہمان کی پیشوائی کے واسطے پہنچ گئیں اتنے میں گاڑی دروازہ تک پہنچ گئی اور اُس میں سے دو لڑکیاں اور ایک بڑی بی اُتریں۔ یہ بڑی بی کوئی گھر کی معزز خادمہ معلوم ہوتی ہیں جوان لڑکیوں کے ساتھ بوجہ بڑی بوڑھی باخبر ہونے کے ساتھ آئی ہیں یہ دونوں لڑکیاں ایک معزز شریف خاندان کی ہیں اور اُن کے باپ ایک متوسط درجہ کی حیثیت رکھتے ہیں عیال دار ہیں اور تنخواہ تھوڑی سی ہے مگر بڑی ایمانداری سے گذر کرتے ہیں اور تھوڑی سی معاش میں اچھی طرح سے بسر کرتے ہیں اُن کے اُترنے کے بعد ان دونوں کو فیروزی اختری بڑے ہال میں لے گئیں اور معمولی خاطر تواضع کے بعد گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا۔

فیروزی بیگم۔ کیوں بی عظیم النسا تمھارا دل تو ہم سے ملنے کو نہ ہوتا تھا کیوں ایسی خفا ہوگئی تھیں کئی دفعہ بُلایا اور خالہ صاحبہ نے تم صاحبوں کو نہ بھیجا۔

عظیم النساء۔ نہیں نہیں بہن خفا کیوں ہوتی دیکھو تم نے بُلایا تو چلی ہی آئی بھابی صاحبہ کی طبیعت ناساز تھی اس وجہ سے والدہ صاحبہ نے ہم کو منع کیا تھا۔

اختری بیگم۔ ہاں بہن تم نے ہمیں بہت مشکور فرمایا جو تم ہمارے بُلانے سے چلی آئیں

کریم النسا۔ اے بہن احسان کی کیا بات ہے ہاں عظیم تم سے روٹھی ہوئی تھیں۔

فیروزی۔ کیوں روٹھنے کا کیا سبب تھا آخر کچھ سبب بھی ہو یا یونہیں کیوں جی عظیم النسا بیگم۔

اختری۔ جانے دیجے گذشتہ را صلواۃ اب اُس کے پوچھنے سے معاملہ تازہ ہو جائیگا ناحق کی خصومت سے کیا حاصل دیکھئے وہ پھر یہاں آنا چھوڑ دیں گی۔

عظیم النسا۔ واہ بیبیوں تم نے تو مجھے خوب نکو بنا لیا بھلا لوگو میں کب روٹھی تھی۔

فیروزی (بات ٹالنے کے واسطے) کیوں بہن کریم النسا۔ آپا فہیم النسا کی سسرال سے بھی کوئی خبر آئی یا نہیں اب وہ کس طرح پر ہیں وہ تو شادی ہونے کے بعد ہم سب کو بھول گئیں اُن کی سسرال کیسی ہے ہم نے تو سنا تھا کہ ساس سے لڑائی ہی رہتی ہے بڑے بڑے جھگڑے نصیباً لوٹتی تھیں اب کیسے گذرتی ہے

کریم النسا۔ فیروزی اُنہیں کچھ مت پوچھو کس جنجال میں ہیں یہاں سے رخصت ہو کر سسرال گئیں اُن کو وہاں جائے قریب سات مہینے کے گذر گئے مگر تم جانو اُن کی عادت چڑ چڑی ہے اور غصیلی بھی ہیں بس اس بی بی عظیم کا سا مزاج اُن کا بھی ہے اور اُن کی ساس بھی خدا کی کرنی اُسی طرح کی واقع ہوئی ہیں جس دن سے وہ رخصت ہوئی ہیں ایک مہینہ بھر تو قریب قریب اچھی حالت میں رہیں میری رائے میں تو شاید حجاب غالب ہو گا پھر جو کھٹ کھٹ شروع ہوئی ہے والدہ صاحبہ کو ناحق پریشان کیا اُن کی ساس نے جہاں تک ہو سکا اپنی جہالت سے اُنہیں طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں اُن سے بھی جہاں تک ہو سکا (کہاں تک

چپ رہتیں اتنے دنوں بھی صبر کیا تو غنیمت) خوب مقابلہ کیا ساس نے کل جہیز کا
زیور کپڑا وغیرہ اول دن سے اپنے تحت میں کر لیا بہو ہیں کہ میلی کچیلی بیٹھی ہوئی
ہیں اور صندوقوں سے بھرے کپڑے جھک مار رہے ہیں آپا کی نند جو آئی تو ماں نے
تمام زیور اُسے پہنا دیا اب بہو ہیں کہ دیکھ رہی ہیں آخر کو ضبط نہ ہو سکا لڑائی شروع
ہو گئی وہ آفت تمام گھر میں مچی کہ توبہ توبہ ایک طرف تو پانچ نندیں اور ایک ساس
اور جیٹھانی وغیرہ ایک طرف یہ اکیلی میں جھوٹ تو اپنی بہن کے مارے نہ بولوں گی
سچی بات کہتی ہوں کہ آپا نے بھی ناحق اُن سے لڑائی ٹھانی اگر صبر کرتیں تو ضرور
اُنہیں کی طرف سے کچھ نہ کچھ صبر کا عوض ملتا مگر واہ ری آپا اور صبر کرتیں نہ خود چین
ہیں نہ اُن کے میاں کو چین ساس نندیں اگر جنگ زرگری پہ آمادہ اور یہ سب سے
مقابلہ کرنے کو تیار اسی عادت ڈالنے کا نتیجہ والدہ صاحبہ بہت پریشاں ہو رہی ہیں
اُن کو یہاں لانے کا ارادہ ہے۔

عظیم النساء۔ واہ آپا سب الزام تم نے آپا کے سر لگا دیا اُن کی ساس واس
بے قصور ہیں۔

کریم النساء۔ نہیں نہیں ضرور اُن کی ساس کی طرف سے جھگڑا کیا کچھ کم ہوا ہو گا
مگر میں کہتی ہوں کہ آپا کو صبر کرنا چاہیئے تھا ساس لاکھ جھگڑتیں مگر یہ تو کچھ شر نہ کرتیں
خدا سے دعا ہے کہ وہ چین سے بیٹھیں اور امن نصیب ہو۔

اختری۔ واہ آپا فہیم النساء نے تو لٹیا ڈبو دی میں کہتی ہوں کہ ان جھگڑے
قصوں سے کیا حاصل ہم سے تو وہ بہت اچھی طرح سے ملتی تھیں اب اُن کو کیا ہو گیا
ہاں جی یہ تو کہو پرسوں اناّ کہہ رہی تھی کہ مولوی صاحب کو کسی حاکم نے معطل

کر دیا ہے یہ سُن کر بڑی فکر ہو گئی۔

کریم النسار۔ ہاں بہن اُن کی ہمیشہ اِن حاکموں سے اَن بَن رہتی ہے دو دفعہ معطل ہو چکے ہیں۔

اختری۔ یہ کیوں آخر معطلی کی کوئی وجہ ہو گی۔

کریم النسار۔ اصل وجہ یہ ہے کہ آج کل کون ہے جو رشوت نہیں لیتا یہ خواہ مخواہ کو کسی سے کیوں بگاڑتے ہیں تمام راشی ان سے بہت جلنے لگے ہیں۔ یہ ٹھیرے مولوی آدمی اِن سے اِس معاملہ میں کئی دفعہ سب سے تکرار ہوئی ایک شخص جو اِسی سبب سے ان کا دشمن ہو گیا تھا مگر ان کا ماتحت تھا وہ اِس بات سے بہت جلتا تھا کہ اُس کی سب بات کی یہ روک ٹوک کرتے رہتے تھے اُس نے حاکم کے مزاج میں بہت رسوخ اپنی خوشامد سے حاصل کر لیا اور اِن کی جڑ کاٹنے کی فکر میں لگ گیا آخر کو اُس نے کسی نہ کسی طرح سکھا پڑھا کر حکمت عملی سے انہیں معطل کروا دیا ہے دیکھیے قسمت کیا دکھاتی ہے کل معطلی کا حکم آیا ہے ابا جان اِس کے منسوخ کرانے کی فکر میں ہیں۔

فیروزی بیگم۔ یہ خبر تو بڑی بری سُنی خدا کارساز ہے خدا چاہے گا تو ضرور بحال ہو جائیں گے سانچ کو آنچ نہ جھوٹ کو پائداری۔

اختری بیگم۔ آپا کریم النسار کیا تمھارے والد اور بھائی سے کوئی دستکاری ہنر بھی آتا ہے۔

کریم النسار۔ ماشاء اللہ اُن کو بڑھئی کے کام اور لوہار کے کام سے بھی واقفیت ہے بڑھئی کے کام کا شوق بہت ہے ہمیشہ اوزار جا بجا سے منگاتے رہتے ہیں اپنے ہاتھ

سے چاہیں تو بڑی سے بڑی چیز بنا سکتے ہیں اپنے گھر کی جو چیز ٹوٹ جاتی ہیں خود
درست کر لیتے ہیں ایک دفعہ لکڑی کا ایک بہت نایاب گلدستہ مکمل پھول بوٹوں
سے آراستہ خود بڑی محنت سے بنایا تھا کیا بتاؤں کہ کیسا خوبصورت تھا ایک
دوست کو تحفہ میں دیدیا۔
فیروز ہی۔ پھر کیوں ملازمت کے سہارے ٹکے ہوئے ہیں ایک چھوٹا سا
کارخانہ توکل علی اللہ کھول دیتے خدا اُن کی نیت کی برکت سے روز افزوں ترقی
عنایت کرتا۔ ملازمت سے سوائے جوتے چٹخانے اور بیجا خوشامد حاکموں کی کرنے
سے اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر کچھ نہیں ہو سکتا۔
عظیم النساء۔ اے واہ تو کیا وہ بڑھئی بن جاویں آپ اُنہیں روپیہ کے زعم
مین ایسا حقیر جانتی ہوں گی۔ لو اَور سنو بھائی صاحب نے ایک بڑھئی کو زبان
چلانے پہ خوب جوتے مارے تھے تو کیا وہ بھی بڑھئی ہو کر لوگوں کے جوتے کھاویں گے
اب مجھے معلوم ہوا تم لوگ ہمیں بہت حقیر جانتے ہو آپا تم کیوں آئیں میں تو نہ آتی
تھی مجھے بھی ساتھ لگا لائیں چلو کھڑی ہو جاؤ۔
کریم النساء۔ عظیم غصہ کو تھوک دو اور بات کو سمجھو وہ کیا یہ تھوڑا ہی کہہ رہی
ہیں کہ خدانخواستہ تم بڑھئی بنجاؤ ایک عاقلانہ بات سمجھائی تو تم آپے سے باہر
ہو گئیں واہ بہن واہ۔ ایسی بدخلقی انسان کو نہیں برتنی چاہئے تمیز سیکھو۔
اختری بیگم۔ ہمیں کیا خبر تھی کہ تم بُرا مانو گی بہن ہنر سیکھنا اور کام میں لانا تو
بڑی اچھی بات ہے جو کوئی ہنر کام میں لاوے گا راحت پاوے گا بقول راسخ

کہ ملتا نہیں گنج بے درد و رنج	اُٹھا رنج گر ہے طلب گار گنج

نہ تنگ آ اگر ہے اذیت تجھے	کہ ہے گنج مُزدِ مشقت تجھے
ہر کسی کو چاہیئے فکرِ معاش	ہو توکل پر تو روزی کی تلاش
چاہیئے کسب و توکل ساتھ ہو	سوے حق دل سوے حرفہ ہاتھ ہو

اور بہن یہ جو تم نے کہا کہ یہ روپیہ کے زعم میں ہمیں ذلیل سمجھ کر ایسا کرنے کو کہتی ہیں تو بی بی ذرا انسان کو دیکھ کر بات کہنی چاہیئے بھلا یہ تم نے کیسے جانا اور یہ جو ہم نے کہا تھا کچھ بُرا نہیں کہا بلکہ محض تمھارے فائدہ کی ایک بات کہی تھی جو کسی طرح بھی ہمارے نزدیک بُری نہیں تھی اور پیشہ و تجارت سے تو آدمی ذلیل نہیں ہوتا اُس کی شرافت اُس کے ساتھ ہوتی ہے یہی تو آفت ہم لوگوں پہ آئی ہے ہندوستان میں صرف ایک قوم مسلمان ایسی رہ گئی ہے جو ایسے پیشہ سے بہت حذر کرتے اور اُس کو نہایت ذلیل جانتے ہیں آج کل کُل قومیں اس تجارت و ہنر کی بدولت حکمرانی کر رہی ہیں۔ اس ہندوستان کو ہی لو جس پر آج انگریز حکمراں ہیں تم کو معلوم ہے کہ سلطنت انگلشیہ کا قدم اِس ہندوستان میں کس طرح جما نہ کسی تلوار سے انگریز یہاں آئے صرف دو باتیں ایک اتفاق دوسری تجارت۔ ایسٹ انڈیا کمپنی صرف ایک تجارتی کمپنی تھی اُس کی بدولت آج ہندوستان میں انگریز حکمراں ہیں آدمی ان پیشوں سے ہرگز حقیر نہیں ہوتا۔ ہندو۔ پارسی۔ انگریز کُل قومیں ہندوستان میں ہی کیسے اوج پر ہیں اگر عار ہے تو صرف مسلمانوں کو ہمارے بھائی صاحب اور بہنوئی جان تو کہا کرتے ہیں کہ پڑھنے سے فارغ ہو کر کارخانہ جاری کریں گے۔

عظیم النساء۔ اِن لالچی ہندوؤں کا گیا ہے روپیہ کے مارے پاخانہ بھی اٹھا کر

پھینک دیں مسلمان ایسے کیوں ہونے لگے تھے اپنا اپنا پیشہ سب کرتے ہیں
سُنار سُنار ہی ہے لوہار لوہار ہی ہے اپنا کام اپنے کو بھلا۔

کریم النسار۔ عظیم بہن اختری نے جو تقریر تجارت کے بارہ میں کی ہے وہ
عقلمند آدمی کے واسطے تازیانہ کا کام دیتی مگر تم جیسی جھگڑالو سے تقریر کرنا گویا
اندھے کے آگے رونا اپنی بھی آنکھیں کھونا ہے۔ ارے بی بی ایسی باتوں پر غور
سے کام لینا اور سوچنا بہت فائدہ دیتا ہے میری رائے میں جو کچھ اُنھوں نے کہا
بالکل ٹھیک اور درست ہے ضرور میں اس بات کو ابّا جان صاحب کے کان میں
موقع سے ڈالوں گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ وہ ضرور اس پر کچھ فکر کریں گے ابّا جان کو
خدا کے فضل و کرم سے اِن باتوں سے عار نہیں ہے اور نہ وہ ایسا بد دماغ رکھتے
ہیں اُن کو اس سے بہت فائدہ ہوگا۔

عظیم النسار۔ تم تو ضرور کہو گی خدا نہ کرے کہ ایسا دن آوے کہ وہ دوکان
لگاویں اور لوہار بڑھئی مشہور ہوں ہمارے کوئی آج تک بڑھئی نہیں ہوا اور
نہ کسی شریف آدمی نے ایسا کیا ہوگا جب شریف رذیلوں کے کام سیکھ لیں تو
پھر دُنیا ڈوب نہ جاوے گی۔

فیروزی بیگم۔ نہیں بی بی یہ تمھارا کہنا بالکل درست نہیں ہے بڑے بڑے
پیغمبروں نے ہزاروں پیشے اپنے ہاتھوں سے کئے ہیں حضرت آدم علیٰ نبینا نے
کھیتی کی مثل کسان کے اُس محنت کی کیا وہ اِس سے کسان ہوگئے یا اُن کے
اِس قدر جلیل القدر منصب میں کچھ فرق ہوگیا کیا آپ اُن سے زیادہ ہیں حضرت
نوح نجی اللہ علیہ السلام نے خود اپنے ہاتھ سے بحکم خداوندی کشتی تیار کی اگرچہ اُن کی

قوم اُن کو اپنے تکبر اور خودسری سے کہتے تھے کہ نوح بڑھئی ہو گیا کیا اِس سے وہ
کچھ نعوذ باللہ ذلیل ہو گئے حضرت صالح علیہ السلام نے تجارت کی۔ قطع نظر ان
سب امور کے ہمارے حضرت خاتم الانبیاءؐ علیہ التحیتہ والثنا نے حضرت بی بی
ام المومنین خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے مثل دوسرے سوداگروں
کے تجارت کی اور کئی دفعہ آپؐ نے خود اپنے ہاتھ سے ایسے کام کئے ہیں مسجد
نبوی کے بنانے میں آپؐ بھی شریک تھے غزوۂ خندق میں آپؐ دست مبارک
سے خندق کھودنے میں مشغول تھے باوجودیکہ آپ کے شکم مبارک پر بھوک کی شدت
سے پتھر بندھے ہوئے تھے کیا اِس سے آپؐ کی کچھ کسرشان ہو گئی اور کیوں ہوتی
کیا ہم کو اپنے حضرتؐ کی تقلید کرنے میں کوئی عذر مانع ہے۔ اَور سنو جناب فاتح
اقلیم عجم و عرب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ باوجود تمام ممالک عرب و عجم
روم شام کے واحد بادشاہ ہونے پر اپنے ہاتھ سے ملک عرب جیسے گرم ملک میں
گرمیوں کے موسم میں جبکہ ٹھیک دوپہر کا وقت تھا خود صدقہ کی اونٹنیوں کی
مالش کر رہے تھے کیا ہوسکتا ہے کہ آپ کو کوئی سائیس کہہ دے اور کوئی مان لے
کیا وہ لوگ خدانخواستہ ہم سے کچھ کم تھے ہم لوگ تو اُن کی خاکِ پا بھی نہیں ہیں
پھر کیا سبب ہے کہ لوگ اپنے آپ کو اُن کی پیروی کرانے پر آمادہ نہ کریں۔

عظیم النساء (جو بہت دیر سے اس گفتگو کو نہایت دل سے سُن رہی تھی) بہن
فیروزی بیگم میں اب تک اسی خیال خام میں مبتلا تھی خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے
تم کو خضرِ راہ بنا کر مجھے ٹیڑھے راستہ سے بچایا بہن میں تمھاری بہت ممنون ہوں
میں اب تک کس گھمنڈ میں تھی اے خدا میں اپنے کو پیغمبروں سے بھی زیادہ

شرافت میں بتانا چاہتی تھی میرے گناہوں کو معاف کر بہن اختری و فیروزی اور آپا جان سب گواہ رہو میں اب سے ایسی کوئی بات نہ کہوں گی اب تک مجھے ان باتوں سے واقفیت نہ تھی۔

اختری بیگم۔ بہن عظیم النساء بہت اچھا ہوا کہ تم نے بھی کچھ سمجھا خدا ہر کسی کو ایسی توفیق دے اب ہمارا بھی دل خوش ہوا۔

اس کے بعد مختلف قسم کی گفتگو ہونے لگی۔

کریم النساء۔ ہاں بہن فیروزی وہ جلسہ جس میں پردہ دروں کے جواب دئے جائینگے کب منعقد ہوگا۔

فیروزی بیگم۔ شاید اگلے جمعہ تک ۱۵۔ ذی قعدہ تک تاریخ ٹھیرے۔ مگر ابھی تاریخ کوئی مقرر نہیں ہوئی ہے۔

اختری بیگم۔ تاریخ کب مقرر ہوگی۔

فیروزی بیگم۔ پہلے دو چار پانچ بہنیں سب ملکر پوچھیں گے پھر جیسا مناسب ہو کریم النساء اور عظیم النساء تم بھی پرسوں تک آجانا کوئی تین بجے شام کے اور دو تین لڑکیاں آجائیں گی جب یہ تجویز ہوگا کہ کب جلسہ مقرر کیا جائے۔

کریم النساء۔ واہ بہن فیروزی تم نے تو خاصی مردوں ہی کی سی انجمن بنادی۔

کھانے کا وقت آگیا چاروں نے ملکر کھانا کھایا۔ اس کے بعد یہ اپنے گھر سواری میں بیٹھ کر چلی گئیں۔

—•*✳*•—

پانچواں باب

دہی کمیٹی اور جلسہ کے انعقاد کی تجویز

چوتھے باب کے واقعہ کو تین دن گذر گئے آج ایک ہال کمرہ میں پانچ لڑکیاں نظر آتی ہیں اُن میں دونوں وہی اختری فیروزی ہیں اور دو لڑکیاں اختری فیروزی کی حقیقی خالہ کی لڑکیاں ہیں جو فیروزی کی والدہ کے ساتھ اِن لڑکیوں کے بُلانے پر آئی ہوئی ہیں اِن میں سے ایک تو فیروزی کی ہم عمر ہے اُس کا نام منصوری بیگم ہے اور دوسری اختری کی ہم عمر ہے اِس کا نام محمودی بیگم ہے اور شکل میں بھی چاروں قریب قریب ملتی ہوئی ہیں یہ چاروں ایک بینچ پر بیٹھی ہوئی ہیں اور ایک کرسی پر ایک اَور لڑکی بیٹھی ہوئی ہے جوان چاروں سے عمر میں بڑی معلوم ہوتی ہے اِس کا نام درخشاں بیگم ہے یہ ان کی پھوپھی کی لڑکی ہے اور آج اِس لئے جمع ہوئی ہیں کہ جلسہ مجوزہ کی بابت کچھ مقرر دن اور تاریخ موافق اپنی رائے کے تجویز کریں اِن میں صرف ایک عظیم النسار اور کریم النسار کی کمی ہے۔

منصوری بیگم۔ لوجی فیروزی وہ عظیم النسار وغیرہ تو اب تک بھی نہ آئیں ہم کو اُن کے انتظار میں گھنٹے ہو گئے یہاں بیٹھے ہوئے۔

فیروزی بیگم میں نے اُن سے خود کہہ دیا تھا کہ پرسوں ضرور آجانا آتی ہی ہوں گی نہ معلوم کہ اب تک کیوں نہ آئیں۔

اختری بیگم۔ کہیں اُس روز کے معاملہ سے کشیدہ نہ ہوں۔

فیروزی بیگم۔ شاید۔ مگر سمجھ دار آدمی کو انصاف سے کام لینا چاہیئے کیا اُس دن

کی بات کوئی خفا ہونے کی بات تھی مگر وہ تو جبھی سمجھ گئے تو بہ کر چکی تھیں

محمودی بیگم - آپا جان کس بات کی توبہ کی تھی ذرا میں بھی تو سنوں کیا آپ سے کچھ ہو گیا تھا -

منصوری بیگم - ہاں ان سے ہی کچھ ہو گیا ہو گا آپ ہیں خوب ہر کسی سے بخشم بخشی -

درخشاں بیگم - ہاں جی ذرا میں بھی سُنوں کیا ہوا تھا ضرور کہو -

اختری بیگم - باجی سے رشوت اور تجارت کے بارہ میں عظیماً سے کچھ چل گئی تھی - بس یہی - پہلے تو وہ بھی آمادہ ہوئیں مگر پھر سمجھ گئیں آپا جان نے کہا کچھ وہ اپنے اوپر لے گئیں -

درخشاں بیگم - واہ یہ بھی کوئی بات خفگی کی تھی - خود برا مانو خود اپنے اوپر لیجاؤ -

منصوری بیگم - ہاں بعض آدمیوں کی عادت ہوتی ہے کہ ہر بات کو خواہ کیسی ہی ہو جو اپنی ہو اُس کو سچا کرنے کی کوشش میں رہتی ہیں چاہے وہ جھوٹ ہی کیوں نہ ہو اپنی بات کو ہرگز بٹہ نہیں پڑنے دیتی چاہے کیسے ہی کچھ جھگڑے کیوں نہ برپا ہوں -

محمودی بیگم - یہ عادت بہتوں میں ہے ہم لوگ بھی اسی ہنگم عادت سے عاری ہیں -

فیروزی بیگم - مگر چھوڑنا بھی ممکن ہے دل پر جبر کر کے اپنی اور مقابل کی بات کو سمجھنا چاہیے مشکل تو یہ ہے کہ ہر ایک اپنی ہی بات کو صواب پر سمجھتا ہے اور دوسرے کی غلط - ہر فریق کے یہی خیال ہونے سے اپنی اپنی غلطی کا صحیح اندازہ دونوں میں سے ایک بھی نہیں کر سکتا صرف اسی ذرا سی بات کے نہ سمجھنے سے ہزاروں دفعہ لڑائی جھگڑوں کی نوبت پُہنچ جاتی ہے اور ایک تھوڑی دیر میں شریف خاندانوں

میں تو تو میں میں بھی ہونے لگتی ہے میری سمجھ میں اپنی بات نہ سمجھنا لڑائی کی جڑ ہو
اختری بیگم۔ ہاں بڑا سبب روز کی لڑائی جھگڑوں کا یہی ہے۔
درخشاں بیگم۔ اُفوہ کس قدر دیر ہو گئی اور وہ دونوں ابھی تک نہ آئیں۔
فیروزی بیگم۔ ہم تو اندر بیٹھی ہیں آئی ہوں گی جب بھی معلوم نہ ہوا ہوگا جاؤ جی
اختری دیکھ تو آؤ (اختری چلی گئی)
تھوڑی دیر میں اختری عظیم النسا، وکریم النسار کو لئے ہوئے آئیں۔
اختری بیگم۔ یہ دونوں اس وقت تشریف لائی ہیں راستہ دکھاتے دکھاتے آنکھیں
پھوڑ دیں۔
درخشاں بیگم (سب اُٹھ کے سلام کرتی ہیں اور یہ بھی پینچ ہی پر بیٹھ جاتی ہیں)
ہاں صاحب فرمایئے کونسا وقت مقرر ہوا۔
فیروزی بیگم۔ میں نے جمعہ کے دن کو کہا تھا۔
منصوری بیگم۔ ہاں میری رائے میں بھی جمعہ کا دن ٹھیک ہے
محمودی بیگم۔ میری رائے میں بھی جمعہ انسب ہے کیونکہ یہ دن عید المومنین ہے
کیوں منظور ہے سب کو۔
درخشاں بیگم۔ میری رائے کو بھی اپنی رائے سمجھو۔
کریم النسار۔ میں بھی جمعہ کو پسند کرتی ہوں۔
عظیم النسار۔ جمعہ ہی ٹھیک ہے مگر جمعہ کے تو تین چار دن رہ گئے ہیں کیا سب
تیاری تین دن میں ہو سکیگی کبھی نہ ہو سکے گی۔
منصوری بیگم۔ اجی صاحب کوئی جنگ وغیرہ تو درپیش ہے ہی نہیں جو دیر ہو

تین دن بھی بہت ہیں اور تیاری کیسی؟
اختری بیگم - تیاری کاہے کی؟
عظیم النسار - واہ ایک لفظ کیا میرے مُنہ سے نکلا سب اُس کے ہی پیچھے لگ گئے واہ میں نہ ہوگئی تماشہ ہی ہوگئی واہ صاحب واہ
فیروزی بیگم - ارے لوگوں عظیم النسار کو خبردار جو کسی نے بنایا میں اُسے سمجھونگی۔
اتنے میں فیروزی کی والدہ بھی تشریف لائیں سب لڑکیاں کھڑی ہوگئیں۔
بیگم صاحبہ - اے لڑکیوں تمھارا دل یہاں نہیں گھبراتا بس باتیں ہوچکیں چلو باہر بیٹھو۔ ہاں دن کونسا مقرر ہوا۔
اختری بیگم - ہم لوگوں کی سمجھ میں تو جمعہ کا دن اور شام کے تین بجے سب جمع ہوجائیں کیوں اماں جان صحیح ہے نا۔
بیگم صاحبہ - رقعہ بھی لکھ لئے رقعہ لکھ رکھو سب کو بھیجنا بُلانے کے واسطے۔
فیروزی بیگم - اماں جان رقعہ سجّادی بیگم کو بُلوایا ہے اُن سے لکھوادیں گے۔
بیگم صاحبہ - کیوں اختری سے لکھوا لو کیا یہ نہیں لکھ سکتی۔
درخشاں بیگم - ہاں مامی جان اختری ہی لکھ دیں گی زیادہ تکلف کی کیا ضرورت ہی
بیگم صاحبہ - ہاں درخشاں بی بی ذرا تم بیٹھ کر لکھوا دو۔
رقعہ لکھ کر تیار ہوگئے اب بٹنے کی دیر ہے کریمن کے ہاتھ سب جگہ بھجوا دیئے جائینگے
رقعہ لکھ گئے کریمن اور فہیمن بانٹنے کو گئیں۔

—— ⁕ ——

چھٹا باب

حافظ وظیفۂ تو دُعا گفتن است وبس
دربندآں مباش کہ نشنید یا شنید

اِن تین دن کے اندر مکان کے ایک بہت عمدہ اور وسیع قطع میں جلسہ کے واسطے سب صاف کروا دیا گیا ہے اور ہر طرح کا بندوبست پورا ہو چکا ہے آج جلسہ کا دن ہے اور ڈیڑھ بج چکا ہے صبح سے بیبیاں اور لڑکیاں وغیرہ آنا شروع ہوگئیں ہیں گھر میں ہر طرف چہل پہل نظر آتی ہے جلسہ کے صرف تین ساڑھے تین گھنٹہ رہ گئے ہیں اختری اور فیروزی کام میں مصروف ہیں اور جلدی جلدی سب انتظام کر رہی ہیں صفائی وغیرہ کی منتظم منصوری بیگم ہیں اور چار کی درخشاں بیگم۔ سارے مہمانوں کو اپنی جگہ قرینہ سے بٹھانے کا انتظام کریم النسار کے سپرد ہوا ہے۔ تھوڑی دیر میں سب نے ظہر کی نماز باجماعت پڑھی اور ذرا دیر میں دو بھی بج گئے۔ ڈھائی بجنے میں اب صرف آدھ گھنٹہ اَور رہ گیا ہے انجمن کے بڑے ہال میں سب درجہ بدرجہ اپنی اپنی بینچوں پر بیٹھتی جا رہی ہیں۔ ہر تقریر کے لکھنے کا انتظام ایک لڑکی سجادی بیگم کے سپرد ہوا ہے ایک چھوٹے کمرے میں جو بالکل اس ہال کے قریب ہے اُن کے واسطے میز لگا دی گئی ہے گرمیوں کا موسم ہے برف وغیرہ بھی تیار ہے سب میں آپس میں آہستہ آہستہ باتیں ہونے لگیں۔

شریف النسار (ایک لڑکی) کیوں بہن یہ جلسہ کس بنا پر قائم ہوا ہے مجھے بالکل اس کی خبر نہیں کیوں منصوری کیا ہے؟

منصوری بیگم۔ یہ جلسہ اِس لئے قائم ہوا ہے کہ بعض آدمی جو نئی روشنی والے اور یورپی دماغ اپنے بتاتے ہیں اُن کا منشا ہے کہ بیبیاں اِس پردہ سے ناراض ہیں اور اُن کو قید کر کے مظلوم بنا دیا ہے ان سب بیبیوں سے پوچھا جائے گا کہ کیا یہ سچ مچ پردہ سے ناراض ہیں یا یہ سب اِن پردہ در اصحاب کی منگھڑت باتیں ہیں

عقیل بیگم (جس نے ان کی تقریر نہیں سُنی) محمودی آپا یہ کیا ہو رہا ہے کہ سب بینچوں پر ڈٹی بیٹھی ہیں۔

محمودی بیگم۔ تم تھوڑی دیر میں سب سُن لینا کیا تم نے رقعہ نہیں پڑھا جو بُلاوے میں گیا تھا آپا فیروزی سب سے پہلے تقریر کریں گی۔

عقیل بیگم۔ رقعہ تو پڑھا مگر مجھے یقین نہ تھا کیونکہ کسی بی بی نے کبھی اس قسم کا جلسہ نہیں کیا۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ گھڑی نے تین بجائے اور سب چپ ہو گئیں۔ سب ٹھیک ٹھاک ہو چکا تھا فیروزی بیگم نے اپنی تقریر شروع کی سب لوگ ہمہ تن گوش ہو کر سننے لگیں۔

فیروزی بیگم کی تقریر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(خدا سے یہ دعا ہے کہ نہ ہوئے گفتگو پھیکی)

حاضرین جلسہ! یہ میری زندگی بلکہ سب ہندوستانی بیبیوں کی زندگی میں پہلا موقع ہے جو میں اتنے مجمع میں تقریر اور وہ بھی مثل جواب کے کر رہی ہوں

میری بہنوں یہ بہت دشوار گذار اور خار دار راستہ ہے جس پر سے صحیح وسالم گذرنا بہت مشکل ہے گو میری زبان میرا دل اس بات کے کرنے میں میرا ساتھ دینے سے ڈرتے اور درگذر کرتے ہیں کہ کیوں اس دشوار گذار راستہ میں تو نے قدم رکھا مگر میری حمیت اور میری ہمت جو خداوند عزوجل کی عنایات سے مجھ ناچیز کو عطا ہوئی ہیں اور ہر شخص کو موافق اُس کے عطا ہوئی ہیں مجھ کو اس بات پر آمادہ کئے ہوئے ہیں کہ اگر تو کچھ بھی حمیت اسلام رکھتی ہے تو اپنے مقدس دین اسلام کی کچھ تو خدمت تجھ سے جہاں تک ہو سکے ضرور ہی کر۔ اب میں اپنی اصلی گفتگو کو شروع کرتی اور اپنی بہنوں سے استدعا کرتی ہوں کہ اس وقت اپنے ایشیائی طریق کو موقوف کر کے نہایت صدق دل سے اس طرف راغب ہوں اور اس کو بغور سنیں اس لئے نہیں کہ میری تقریر ہے بلکہ اس لئے کہ یہ کس واسطے کی گئی اور کس غرض پر مبنی ہے۔ مجھ ناچیز کی غلطیوں پر اور زبان کی لغزش پر نہ گھبرا اُٹھیں۔

میری بہنو

اس زمانہ میں کچھ جنٹلمین صورت صاحبان ہماری معزز رسم پردہ کے مٹانے کے درپے ہو رہے ہیں اور اپنی طرف سے برابر اسی کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ کسی طرح یہ مقدس اسلامی طریق جو اس ملک ہندوستان کی حالت کے مطابق ایک رحمت عظیم ہے اور سب مقدس اسلامی طریقوں کے ساتھ اس کو بھی نیست ونابود کر دیں خود انگریزی طرز پر مٹے ہوئے ہیں اور ہر ایک بات میں خواہ وہ کیسی ہی ہو اُن کی تقلید کرنا اپنا فخر سمجھتے ہیں اور بعض باتیں اُس میں

ایسی واقع ہوئی ہیں جس میں اُن کا سراسر نقصان مذہبی جو دین

کو ڈانواں ڈول کرنے والی ہوتی ہیں انگریزوں کے بہت طریق ایسے ہیں جن کے سیکھنے اور تقلید سے کُل قوم دولت مند۔ عقلمند۔ دور بین۔ دور اندیش بنکر اپنی آیندہ زندگی کو بہت اچھی طرح سنبھال کر افلاس۔ ذلت اور کس مپرسی کی حالت سے نکل سکتی ہے۔ مگر افسوس اُن کی عقل پر کہ ان باتوں کی طرف وہ توجہ ہی نہیں کرتے اور ایسی باتوں کی طرف مبذول ہیں جن میں اُن کا سراسر نقصان ہی نقصان اور علانیہ ذلّت ہے۔

جھوٹ بولنا جو ہر مذہب میں ایک بہت ہی مکروہ شے اور قابلِ ذلت فعل ہے اور دین اسلام میں تو جھوٹ کبایر میں داخل ہے مگر حیف ہے اُن پر جو باوجود مسلمان کہلانے کے اپنے نفس کی پیروی میں ہر طرح سے اپنی طبیعت کے موافق بنا لیتے ہیں چنانچہ بیبیوں کی جھوٹی حمایت کرکے بہت سی جھوٹی حکایتیں وغیرہ بیان کرکے پردہ کو مٹانا چاہتے ہیں پردہ کو فرضی عورتوں کی زبان سے بُرا بھلا کہتے اور مختلف شکلوں میں بنا کے پبلک کو یہ جتانا چاہتے ہیں کہ خود بیبیاں پردہ سے ناراض ہیں۔ کوئی مولوی محب حسین صاحب ہیں وہی اس فرقہ کے اعلیٰ ممبروں سے ہیں اُنھوں نے ایک رسالہ بھی بنام معلم النسواں (جس کے نام سے معلوم ہوتا ہے کہ مستورات کو تعلیم دینا اس کا کام ہے) خاص عورتوں کے پڑھنے کیلئے حیدر آباد دکھن سے شایع کیا اُس میں بعض مضامین (محب حسین تو اُس کو خراب نہ جانتے ہوں گے) ایسے فحش ہیں کہ اُن کے پڑھنے سے شرم کو بھی شرم آتی ہے جس کا مطلب یہ ہوگا کہ ابتدا میں ہی ایسے مضامین پڑھنے سے رفتہ رفتہ

شرم وحیا کھسک جائے تو خود یہ باہر نکلیں اور رفتہ رفتہ پردہ کو خیرباد کہدیں اور اُن کی بات کو نباہ دیں۔ اسی طرح کا ایک مضمون عبدالحلیم صاحب شرر کے رسالہ دلگداز میں کسی صاحب کا اصحاب پردہ دران سے سکینہؓ بنت حسینؓ کی سرخی سے شایع ہوا تھا میری بہنوں چونکہ مضمون بھی کھُلم کھُلا پردہ کی مخالفت کا پہلو لئے ہوئے ہے اسی واسطے اُس کا بھی اختصار کے ساتھ یہاں بیان کر دینا میں دلچسپ خیال کرتی ہوں۔

حاضرین جلسہ یہ تو آپ کو معلوم ہو گا یہ اسلام پر حملہ کرنے والے مرد مسلمان ہیں مگر یہ سُنکر آپ کو بڑی حیرت ہو گی کہ ان کو اپنے ہادی برحق کے آل واطہار کا کچھ لحاظ نہیں اُن پر بھی وہ بلا دغدغہ حملہ کر چکے اور کرتے جاتے اور آیندہ کرنے کو تیار ہیں۔ اے ناعاقبت اندیشوں کچھ اس کا پاس بھی کیا ہوتا۔ میری بہنوں اب ذرا غور سے اُس حکایت کو سُنو جو اُنھوں نے حضرت بی بی سکینہؓ کے حالات میں بیان کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک مچھّر حضرت بی بی سکینہؓ کے گھر میں گھُس گیا اور آپ کو بہت ستانا شروع کیا[۵۱]۔ آپ نے تنگ آکر کوتوال شہر کے پاس آدمی بھیجا کہ ایک شامی[۵۲] بدبخت ہمارے گھر میں گھُس آیا ہے اور کسی طرح نہیں نکلتا۔ غرض کوتوال

---

[۵۱] ناظرین آپ اسی پر غور کریں کہ ان اصحاب کے دماغ میں کس قدر فتور ہے ایک ادنیٰ پشہ کے واسطے آپ نے کوتوال شہر کو بلا بھیجا گویا آپ نعوذ باللہ یہ بات ڈھونڈ ہی رہی تھیں کہ کوئی بات ہو تو کوتوال سے ایسا ٹھٹھا کروں تُف ہے آپ کی عقل پر کہ آپ پر ایسا بہتان لگاتے ہیں کیا آپ اُس مچھر سے بھی کمزور تھیں کہ کوتوال بلایا گیا مگر پھر آپ نے ہی کوتوال کے سامنے خود مچھر کو نکال دیا کیا آپ اُس کے بغیر بُلائے جس طرح اُس کے آنے پر نکالا نہ نکال سکتی تھیں ۱۲

[۵۲] شامی اس لئے کہا گیا کہ اُس زمانہ میں شامیوں کے پاس خلافت تھی اگرچہ بنی اُمیہ عرب تھا مگر دمشق واقع ملک شام میں اُن کا پایہ تخت تھا اور حضرت امام حسین علیہ السلام بھی شامیوں کے عہد خلافت میں شہید ہوئے تھے اِس لئے بوجہ ان وجوہ کے اُس مچھر کو شامی کہا گیا ۱۲

اُس کو نکالنے کے واسطے آیا اور کہا کہ آپ اجازت دیں تو ہم اُس شامی کو لے جائیں آپ نے اُس کے جواب میں خود دروازہ کھولکر اُس مچھر کو باہر نکال دیا اور ساتھ ہی ایک بڑا قہقہہ بھی مارا اور کہا کہ یہی شامی تھا جس نے ہمیں اس قدر تنگ کر رکھا تھا نظر انصاف سے دیکھنے والو کیا اسلام اور خاندان رسول اللہ کی یہی عزت ان مسلمان رفارمروں کے پاس[۵] باقی رہ گئی ہے یہ حکایت ایک خاندان نبوت کے مقدس نور نظر کی بابت ان صاحبوں کے قلم سے کیسے نکلی ہوگی۔ بہنوں یہ وہ عظیم الشان خاندان ہے جس کے ہم سب حلقہ بگوش ہیں اسی خاندان کی شان میں ھل اتیٰ و سورۂ دھر اور آیۂ تطہیر کا شان نزول ہوا ہے جن کی عزت اور شان اور پاکی کی خود خداوند عز و جل اپنے کلام معجز نظام میں تعریف کرتا ہے جن کی شرم و حیا کی تعریف ممکن ہی نہیں کہ کسی کی زبان سے ادا ہو سکے اور یہ اُس بادشاہ عظیم خاتم النبیین جن کی شان میں آیۃ وما ارسلناک الا رحمۃ اللعالمین اور جس جناب پاک کے سر اقدس کی خود جل و علا عرشہ نے فرمائی ہے کہ جگر گوشہ ہیں تو کیونکر ہم ادنیٰ غلامان غلام کو آپ کی نسبت اس حکایت کے سچ ہونے میں شبہ نہ ہو۔ غرض آل مطہرات کی یہ عزت ہے کہ وہ ان کے سامنے ایسی ٹھیریں کہ ایک مرد سے اس طرح کی قہقہہ بازی کریں اور اُس شیر خدا حضرت علی مرتضیٰؓ کی پوتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جگر گوشہ ہو کر ہمارے حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جن کی گھٹی میں شرم و حیا پڑی ہوئی تھی آپ کبھی قہقہہ مار کر نہیں ہنسے آپ کی شرم کا یہ حال تھا کہ مسلمان مومنات جب آپ کے پاس بغرض بیعت تشریف لاتی تھیں

[۵] کیونکہ اپنے کو یہ سب رفارمر ہی خیال کرتے ہیں ۱۲

تو آپ کبھی اُن کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر بیعت نہ لیتے تھے کیا حضرت بی بی سکینہ کو آپ
باتیں معلوم نہیں تھیں۔ اور جناب سرور انبیا کی نورِ نظر ہو کر اپنے مراتب کا بھی کچھ
خیال نہ کریں اول تو یہ خلاف قیاس ہے کہ ادنیٰ پیشہ[1] سے آپ اس قدر خفا
ہوئی ہوں اور اُس نے بھی آپ کو ایسا ستایا ہو کہ کوتوال تک نوبت استغا
پہنچی اور ایک شخص کو بالکل خلاف قیاس طور پر بُلانا صرف ایک دل لگی کے و
شایاں اور یہ کام تو خاندان نبوت کی خاتون کا نہیں ہوسکتا اور پھر اُس کو بلا
کوتوال کے خود ہی نکال دینا کیا وہ کوتوال کے پیچھے نہیں نکال سکتی تھیں جو
حیران کیا۔ اے لوگو آلِ اطہار پر ایسے علانیہ بہتان کا لگانا کچھ ہنسی ٹھٹا نہ سمجھ
حضرت بی بی عایشہ صدیقہ کا معاملہ تو ان لوگوں نے پڑھا ہی ہوگا آپ پر جھو
بولنے والوں کا جو حشر ہوا اُسی کو سمجھ رکھنا چاہیے یہ معاملہ بھی اُس کے لگ
ہی سمجھو۔

حاضرین! پردہ جسے ہوا بنا کے دکھایا جاتا ہے دراصل یہ ایک شریفانہ
ولود و باش کا عمدہ طریقہ ہے۔ بیبیاں اپنے گھروں میں نہایت آرام کے سا
بسر کرتی ہیں باغوں کی سیر کرتیں اور دور دراز کے سفر اپنے محرموں کے ساتھ
جاتی رہتی ہیں اپنے دوستوں اور عزیزوں کے یہاں ہر موقع پر ایک دوسرے کا
دیتی رہتی ہیں شادی و غمی کی ہر تقریب میں برابر شریک ہوتی ہیں ہزاروں نیک
اور پارسا بیبیاں حج بیت اللہ شریف اور دیگر متبرک مقامات مثل مدینہ منورہ
کربلائے معلیٰ وغیرہ کی کئی بار کر چکی ہیں پس پردہ کسی طرح قید سے تعبیر نہیں ہو

[1] شاید یہ مچھران صاحبوں کا سا بے ادب ہوگا یا یہ مچھر وہ ہوگا جس نے نمرود کو ہلاک کیا ۱۲

کہ اے فاطمہ رضہ تم یہ نہ جاننا کہ رسول ؐ کی بیٹی ہو عمل کرو نیک جو تمھارے کام آویں
آپ کو ایسی اُمت سے بہت تکلیف پہنچتی ہے کہ اُمت آپ کے احکام کو پس پشت
ڈالکر صرف نام کی مسلمان کہلاوے۔ قرآن کے احکاموں کو بالکل چھوڑ دے
اور وہ مسلمان جو قرآن کے احکام پر نہ چلیں ہرگز مسلمان نہیں ہو سکتے چونکہ قرآن
ہی اسلام کا مرکز ہے جو اُس سے پھرا وہ خدا اور اُس کے رسول ؐ سے پھرا قرآن ہی
اسلام کی نشانی ہے اِسی سے اسلام اور کفر کا فرق ہے پھر کوئی بی بی اس مجمع
میں ایسی ہے جو خدا اور اُس کے رسول ؐ کے مصلحت آمیز حکموں کو قید سمجھ کر
چھوڑ دے میری ساری تقریر صرف اس ایک جواب پر منحصر ہے کیا کوئی بی بی
اس مقدس پردہ کو اگرچہ اِس میں کیسی ہی سخت تکلیفیں یا صعوبتیں کیوں
نہ ہوں صرف اپنے آرام دنیاوی کی خاطر چھوڑ سکتی ہے اس وقت مجھے اس کا جواب
لینا ہے کہ کیا سب بیبیاں اس پردہ کو قید سمجھتی ہیں یا کیا۔

درخشاں بیگم۔ ہم ہرگز خدائے تعالیٰ کے اُس حکم کی جو اُس نے اپنے نبی کی
بیبیوں کو فرمایا ہے حکم عدولی نہیں کر سکتے کیونکہ وہ ہمارے ہادی۔ مقتدا۔ رہنما
کی پاک ازواج مطہرات کو پردہ کا حکم صریح (موافق رسم عرب حال) دیتا ہے۔
پس ہم کو اپنی دینی ماؤں کے قدم بقدم چلنا ہی صراط مستقیم دکھاوے گا اور
ہندی مروجہ پردہ جو آج کل ہم لوگوں میں رائج ہے بالکل یہاں کی حالت کے
لحاظ سے قابل تعریف بلکہ اَور قوموں کے واسطے قابلِ تقلید ہے۔ آج کل کچھ
ناعاقبت اندیش اس رسم پردہ کو قابلِ ترمیم سمجھ کر اس میں رخنہ ڈالنا چاہتے ہیں
ہم کو بھی ہوشیار ہو کر اپنے پشت و پناہ پردہ کی حفاظت میں سرگرم ہونا چاہیئے۔

پس صاحب علم بہنوں سے التماس ہے کہ اپنی اپنی رائے سے اطلاع دیں۔
اس پر کُل مجمع سے اظہار رضامندی کیا گیا کہ ہم سب پردہ میں اپنی فلاح سمجھتے اور پردہ کو اپنا حامی اور خیر خواہ سمجھتے ہیں ہم سب پردہ کی خوبیاں اچھی طرح سمجھ گئے اور انشاء اللہ تعالیٰ دم واپسیں تک ہم اپنی زندگی پردہ کے ساتھ نباہ دیں گے اگرچہ کیسی مشکلیں اور سختیں ان ناعاقبت اندیشوں کے باعث ہمیں پیش آویں ہم تو دل سے بہن فیروزی بیگم صاحبہ کے ممنون ہیں کہ اُنہوں نے اپنی بہنوں اور دین کی خدمت میں کسی کے لعن طعن کا خیال نہ کیا خدا اُن کے ارادوں میں ترقی عنایت کرے اور سب کو ایسی ہی توفیق رفیق عنایت کرے۔
فیروزی بیگم۔ میری دینی اسلامی بہنوں آپ لوگوں نے جیسا کچھ فرمایا میری نسبت تو میں نے کوئی بڑا کام نہیں کیا صرف دین کی ایک ادنیٰ خدمت سمجھو میری تقریر نے بہت طول پکڑا اور آپ سب صاحبوں کو بڑی تکلیف پہنچی ہوگی اور تھوڑی سی سمع خراشی میں اَور کرنی چاہتی ہوں امید کہ میری بہنیں ایک ذراسی تکلیف کو دین کی خاطر منظور کرلیں گی میں اس بات سے بہت خوش ہوں کہ الحمدللہ کوئی بہن پردہ کے مخالف نہیں ہے میری بہنوں نہ میں کوئی اسپیکر ہوں نہ کوئی عالم نہ فاضل مجھے خبر ہے کہ میں بہت ہی کم علم اور ناچیز ہوں اور کسی طرح کسی قسم کی تحریر یا تقریر کرنے کے لائق میں نہیں ہوں اگرچہ میرا دینی جوش بہت کچھ کہنے کو ہوتا ہے مگر پھر میں اپنی کم علمی کے باعث کچھ نہیں کہہ سکتی مگر اپنے دین متین کی توہین ہوتے مجھ سے نہ دیکھی گئی مجھ کو اپنی اس کم علمی کے باوجود اس معرکہ میں قدم رکھنا پڑا مجھے معلوم ہوا کہ پردہ در اصحاب کا کہنا بالکل

اے بہنو! ہم

غلط ہے کہ بیبیاں خود پردہ سے تنگ آ گئیں اور اُن کی حق تلفی ہے وغیرہ وغیرہ
مجھے اس سے بہت مسرت ہوئی کہ سب پردہ سے راضی ہیں نیک عورت و مرد
ہمیشہ خدا کی مرضی پر شاکر رہتے ہیں صابر و نیک بیبیاں ہمیشہ سنّت رسول اللہ
کے اوپر عمل کرنا اپنا فخر سمجھتی ہیں خدا ئے تعالیٰ نے پردہ کے قواعد بالتفصیل
قرآن پاک میں مرقوم فرمائے ہیں اگرچہ وہ ظاہرا صرف امہات المومنین کی طرف
ہیں مگر سب مستورات پر لازم ہے کہ وہ اپنی ماؤں کے قدم بقدم چلیں اور صراط المستقیم
اختیار کریں کیونکہ اُن کے کام سب حق پر تھے اُن کی اِطاعت کرنا بہت افضل ہے
یہ امہات المومنین ہم سب کی دینی مائیں ہیں ہر مومنہ کو ان کے قدم بہ قدم چلنا
چاہیئے کیونکہ ماں کی خدمت بچوّں پر لازم ہے اور اُن کی اطاعت فرض ہوتی ہے
جب کوئی بچہ اپنی ماں سے منحرف ہوگیا تو دین و دنیا میں اُس کا کیا حال ہوگا
اور ماں کی اطاعت پر چلنا موجب رضائے خدا ہے اور ثواب دارین۔ اور
مروجہ پردہ یہاں کی حالت کے موافق بہت مناسب ہے اور عرب کا سا پردہ
کسی طرح یہاں قابل تقلید نہیں ہو سکتا ہر ملکے و ہر رسمے۔ اب میں اپنی اس
ناچیز تقریر کو ختم کر کے یہ عرض کرنا چاہتی ہوں کہ آپ سب بہنوں کو معلوم ہوگا
کہ مجھے کوئی علم سوائے مادری زبان اُردو کے نہیں آتا مگر خدا کا ہزار ہزار شکر ہے
کہ ہماری زبان اُردو بھی اس قابل ہو گئی ہے کہ اُس میں ہر طرح کے علم آ چکے
ہیں اور ہر قسم کی کتابوں کے ترجمے اُردو میں ہوتے جاتے ہیں اور ہو چکے ہیں
مگر میری اُردو بھی اس قابل نہیں ہے کہ میں اُس پر فخر کر سکوں ہاں اپنے
ناصح مشفق والدین کا شکریہ دل و جان سے عرض کرتی ہوں کہ اُنھوں نے

ہم سب بہن بھائیوں کو محض جاہل کپٹ نہیں چھوڑا میں دل سے اپنے ماں باپ
کے واسطے دعا کرتی ہوں درگاہ ایزدی سے کہ خدایا تو انہیں دین و دنیا میں
خوش و خرم رکھ اور اپنی رحمتوں سے مالا مال کردے۔ اے خدا میری تمام مسلمان
بہنوں کا خاتمہ اپنے اور اپنے رسولؐ کے پاک نام کے ساتھ کیجیو اے بارالہا
تو تمام مسلمانوں کو فراغت بخش اور سب کو آسائش و عزت عطا کر۔

فیروزی کی تقریر ختم ہوگئی اب منصوری بیگم کی باری ہے سب حاضرین کی
توجہ منصوری بیگم کی طرف ہے کہ دیکھئے اب یہ کیا فرماتی ہیں اور اُن کی گفتگو
کونسا پہلو لئے ہوئے ہے۔

منصوری بیگم

اے میری معزز بہنو!

میں نہایت ادب سے آپ سب بہنوں سے یہ عرض کرتی ہوں کہ میں ہر چند
اس قابل نہیں ہوں کہ کسی قسم کی کوئی تقریر نہ کسی کے جواب میں ہے نہ کسی
اہم معاملہ میں ایک ناچیز دین اسلام کی کنیز ہونے کی وجہ سے میں اس مجمع مبارک
میں کچھ دین اسلام کی خدمت کروں۔

اے میری قوم اسلام تو کیا تھی اور کیا ہوگئی تو اپنے کو پہچان افسوس
دین اسلام کی جیسی دھاک تمام عالم میں بندھی ہوئی تھی (اور اب بھی) اُس کو
خود مسلمانوں نے رخنہ اندازی کرکے جا بجا سے شکستہ کر دیا ہے افسوس ہم کیا
تھے اور کیا ہو گئے ہوتے ہوتے نوبت بہ اینجا رسید کہ خود مسلمانوں نے اپنے دین
پر حملے کر کے خود ذلیل ہو گئے۔ بعض تو قبروں کے سامنے سجدے کرتے ہیں اور

پیروں سے منتیں مانگتے اور جا بجا قبروں سے سر مارتے پھرتے ہیں۔ علماء و فضلاء وصلحاء کا گھاٹا پڑ گیا بقول مولانا حالی

وہ علمِ شریعت کے ماہر کہاں ہیں
وہ اخبارِ دیں کے مبصر کہاں ہیں
اصولی کدھر ہیں مناظر کہاں ہیں
محدث کہاں ہیں مفسر کہاں ہیں

وہ مجلس جو کل سربسر تھی چراغاں
چراغ اب کہیں ٹمٹماتا نہیں واں

مدارس وہ تعلیمِ دیں کے کہاں ہیں
مراحل وہ علم و یقیں کے کہاں ہیں
وہ ارکان شرعِ متیں کے کہاں ہیں
وہ وارث رسولِ امیں کے کہاں ہیں

رہا کوئی امت کا ملجا نہ ماوے
نہ قاضی نہ مفتی نہ صوفی نہ ملاّ

وہ دینِ حجازی کا بیباک بیڑا
نشاں جس کا اقصائے عالم میں پہنچا
مزاحم ہوا کوئی خطرہ نہ جس کا
نہ عماں میں ٹھٹکا نہ قلزم میں جھجکا

کئے پے سپر جس نے ساتوں سمندر
وہ ڈوبا دہانے میں گنگا کے آکر

اگر کان دھر کر سنیں اہلِ عبرت
تو سیلوں میں تا بہ کشمیر و تبت
زمیں روکھ بن پھول پھل ریت پربت
یہ فریاد سب کر رہے ہیں بہ حسرت

کہ کل فخر تھا جس سے اہلِ جہاں کو
لگا اس سے عیب آج ہندوستاں کو

حکومت نے تم سے کیا گر کنارا
تو اس میں نہ تھا کچھ تمہارا اجارا

زمانہ کی گردش سے ہے کس کو چارا　　کبھی یاں سکندر کبھی یاں ہے دارا

نہیں بادشاہی کچھ آخر خدائی
جو ہے آج اپنی تو کل ہے پرائی

ہوئی مقتضی جبکہ حکمت خدا کی　　کہ تعلیم جاری ہو خیرالوریٰ کی
پڑے دھوم عالم میں دینِ ہدا کی　　تو عالم کی تم کو حکومت عطا کی

کہ پھیلاؤ دنیا میں حکمِ شریعت
کرو ختم بندوں پہ مالک کی حجت

ادا کر چکی جب حق اپنا حکومت　　رہی اب نہ اسلام کو اُس کی حاجت
مگر حیف اے فخرِ آدم کی اُمت　　ہوئی آدمیت بھی ساتھ اُس کے رخصت

حکومت تھی گویا کہ اک جھول تم پر
کہ اُڑتے ہی اُس کے نکل آئے جوہر

وہ ملت کہ گردوں پہ جس کا قدم تھا　　ہر اک کھونٹ میں جس کا برپا علم تھا
وہ فرقہ جو آفاق میں محترم تھا　　وہ فرقہ لقب جس کا خیرالامم تھا

نشاں اُس کا باقی ہے صرف اس قدر یہاں
کہ گنتے ہیں اپنے کو ہم بھی مسلماں

کرے غیر گر بُت کی پوجا تو کافر　　جو ٹھیرائے بیٹا خدا کا تو کافر
کہے آگ کو اپنا قبلہ تو کافر　　کواکب کو مانے کرشمہ تو کافر

مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں
مزاروں پہ جا جا کے نذریں چڑھائیں
اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں

نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

ہمارا یہ حق تھا کہ سب یار ہوتے
سب اک اک کے باہم مددگار ہوتے
زمانے میں یاروں کے غمخوار ہوتے
عزیزوں کے غم میں دل افگار ہوتے

جب الفت میں یوں ہوتے ثابت قدم ہم
تو کہہ سکتے اپنے کو خیر الامم ہم

اگر بھولتے ہم نہ قولِ پیغمبر
کہ ہیں سب مسلمان باہم برادر
برادر ہے جب تک برادر کا یاور
معین اس کا ہے خود خداوند داور

تو آتی نہ بیڑے پہ اپنے تباہی
فقیری میں بھی کرتے ہم بادشاہی

منصوری بیگم نے اِن بندوں کو ایسے پُرجوش لہجہ سے پڑھا کہ تمام حاضرین کے بے اختیار آنسو نکل پڑے اور ایک عجیب سماں کمرہ میں بندھ گیا تھا۔ کمرے میں خاموش آدمیوں کا ایک مجمع تھا اگرچہ بادی النظر میں ہندوستانی بیبیوں سے ایسی شائستگی دیکھکر حیرت ہونی چاہیے مگر یہ جلسہ غیر معمولی طور پر اسلامی مستورات میں واقع ہوا ہے اور وہ بھی مذہبی طرز پر خدا معلوم کہ اس جلسہ میں سب غیر متوقع طور پر سنجیدہ ہو گئے ہیں بعض مستورات کی آنکھوں سے اپنے دین کی موجودہ حالت پر آنسو جاری ہیں۔ اور سب کی صورتوں سے اس وقت

ایک جوش مذہبی کی صورت ایک عجیب شان و شکوہ سے قائم ہے منصوری بیگم کی تقریر ختم ہو چکی ہے۔

بانیانِ جلسہ نے یہ سمجھ کر کہ آج کل ہماری بہنیں ایسے جلسوں کی قدر نہیں جانتیں فی الحال ابھی اُن میں شاید جلسہ کے موافق تعلیم یافتہ بیبیاں نہ نکل سکیں جلسہ کی تقریریں فیروزی اور منصوری پر ہی محدود تھیں اور انہیں کے نام تجویز ہو چکے تھے خیر تقریریں ہو چکیں مگر وقت ابھی باقی تھا اتنے میں ایک لڑکی ایک کرسی پر سے اُٹھی اور میر مجلس صاحبہ نوابہ اختر النسار بیگم کی طرف آتی دکھائی دی۔ واضح ہو کہ اختر النسار بیگم صاحبہ دہلی کی رہنے والی ایک خوش حال اور صاحب علم بی بی ہیں ایک اچھی تعلیم یافتہ ہونے کی حیثیت سے اُن کو میر مجلس صاحبہ منتخب کیا گیا۔

لڑکی۔ صدر انجمن صاحبہ دام اقبالہا میں اس وقت اپنے جوش دل سے مجبور ہو کر آپ سے عرض کرتی ہوں کہ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے مجھ کو بھی اس اسلامی جلسہ میں اجازت کچھ کہنے کی دی جاوے۔ اگرچہ میں بظاہر اس کا کچھ حق نہیں رکھتی ہوں اس لئے کہ جلسہ کے پروگرام میں بھی میرا نام شریک نہیں ہے اور میں تقریر کے واسطے تیار بھی نہ تھی۔

صدر انجمن صاحبہ۔ ہاں میں صدق دل سے تم کو اجازت دیتی ہوں جاؤ تم کو جو کہنا ہو کہو خدا کرے کہ ان سب بہنوں کو ایسا ہی شوق اپنا شیفتہ بنالے

وہ لڑکی جس کا نام نور النسار بانو تھا اجازت حاصل کرکے اُس جگہ پر آئی جہاں سے دونوں نے تقریریں کیں تھیں۔ تھوڑی خاموشی کے بعد نہایت پُر جوش

آواز میں اس لڑکی نے اپنی تقریر شروع کی جس کا ایک ایک لفظ سامعین کے دلوں میں چُبھ گیا۔

اے حضارِ جلسہ اور میری معزز بہنوں!

یہ کون ہے جو آپ کے سامنے کھڑی ہے یہ ایک نہایت ناچیز لڑکی آپ کی قوم کی ہے جسے اس جلسہ کی شان نے اپنی قوم کی خدمت پر مجبور کیا میں کیا اور میری ہستی کیا اُس خداوند جل و علار کا ہزار ہزار شکر ہے جس نے اپنی کریمی سے مسلمان مستورات میں بھی اِس قسم کے قومی کاموں سے دلچسپی ودلیت کی ہے کس مُنہ سے اُس کا شکریہ ادا کیا جائے ؎

اے خدا قربان احسانت شوم		این چہ احسان ست قربانت شوم

اُس خدائے کریم نے یہ نعمت ہمیں اسلام کے پاک قدموں کے ساتھ اور عنایتوں کے ساتھ عطا کی تھی جس کو ہم ناخلفوں نے اپنی رفتہ رفتہ بے پرواہی سے اِس طرح کھو دیا تھا کہ گویا یہ نعمت ہمارا حصّہ نہیں ہے کیا خدائے تعالیٰ کی دی ہوئی ایک عظیم الشان دین کی ایک رکن نعمت کو بھلا دینا ہنسی ٹھٹا ہے نہیں ہم نے اس کفرانِ نعمت کے عوض خوب مصیبتیں جھیلیں جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ مگر میری بہنو وقت غنیمت ہے جو کرنا ہے آیندہ کے واسطے مستقل طور پر کر لو اور خدا کی دی ہوئی نعمت پر جو اب تک تمھارے پاس باوجود کفرانِ نعمت کے چھوڑ دی گئی ہے اُس ارحم الراحمین کی شان دیکھو باوجود ایسے ایسے بڑے گناہوں کے معاف فرمانا اُسی کا کام ہے۔ ؎

کافر ہے سنکر اُسی کی کریمی کی شان کا		خالی پیالہ کب کفِ سائل میں رہ گیا

اُس کی عطا کی ہوئی لازوال نعمت اب بھی ہم گنہگاروں میں ایک دبی چنگاری
کی طرح کبھی کبھی اپنا ادنیٰ کرشمہ دکھلا جاتی ہے مگر افسوس کہ ابھی ہم بے خبر ہیں
کیا ہم میں یہ خدا کی دی ہوئی نعمت بیکار پڑے رہنے سے خوش ہوگی۔ حیف
ہے کہ ہم لوگوں نے اپنی حالت کو خود زبون اور زار بنالیا ہے مگر اب بھی ہوشیار
کرنے کو خدا کی رحمت موجود ہے یہ ہماری ہی سُستی ہے کہ ہم رحمت سے
غافل ہیں اور اُس کی کچھ پرواہ نہیں کرتے ؎

ایں ہمہ مستی و بیہوشی ز حد پا دا بود	با حریفاں ہرچہ کرد آں نرگس مستانہ کرد

اس میں شک نہیں کہ جو روحانی لذتیں قسامِ ازل سے ہمیں عنایت ہوئی تھیں
اُنہیں کے سبب سے ہمارے اجداد کو خدا نے اقوامِ جہاں پر امتیاز بخشا تھا
مگر یہ روحانی نعمتیں جب ہی تک تھیں جب تک ہم میں علم کی روشنی تھی
جب علم کی طرف سے غافل ہوئے ہم پر مصیبت آگئی افسوس ہم کیا سے کیا
ہوگئے افسوس ہم ہی دین پاک کے پاک اصولوں کو چھوڑ چلے ہمارا دین اسلام
جس کے ہم نام لیوا ہیں بہنوں وہ بڑا مقدس نام ہے جس کو ہم کمبخت اپنی
بُرے کرتوتوں کو مذہب کے نام سے پکار کر بدنام کرنا چاہتے اور کر رہے ہیں۔
ہماری دلیری اُولوالعزمی علوہمتی راستبازی ہم سے نفرت کرنے لگی چونکہ ہم نے
اُس کے خلاف قدم چلائے اور چلا رہے ہیں۔ مسلمان بہنوں خدا کی ناراضی
کسی پر بے وجہ نہیں ہوتی۔ مسلمان جب جہالت کے سمندر میں ہر طرح غرق
ہوگئے خواہش اور ادراک کا مادہ اُن کے دماغ سے جاتا رہا آپس کی نااتفاقی
کی وجہ سے خدا اُن پر ناراض ہوا اے میری بہنو ہم بہت اُتر چکے ہیں بہت

سرگرداں ہو چکے ہیں ہم کو چاہیے کہ ہم اپنی حالت سقیم کو سنبھالیں شرط وہی ہے کہ ہم اگلوں کی چال اختیار کریں افسوس صد ہزار افسوس ہم کیسے ہیں اور کس قوم کی یادگار ہیں - بدنام کنندۂ نکونامے چند -

کیا ذلیل ایسے ہی پہلے سے تھے اور ایسے ہی خوار ۔ اپنے دریا کے یہی تب تھے چڑھاؤ اور اُتار
تھا یہی میلا شعار اپنا یہی کہنہ دیار ۔ آئے تھے لے ہند یہاں ایسے ہی ہم زار و نزار
ہے عرب کو جن سے ننگ اور ہے عجم کو جن سے عار

وائے قسمت تیر نکبت کے بنے ہم ہی ہدف ۔ خاک میں عزت ملی جاتی رہی شانِ سلف
چھا گئی ہم پر گھٹا ادبار کی چاروں طرف ۔ ہم انہیں اسلاف کے معلوم ہوتے ہیں خلف
جن کی تھی محکوم نسلِ رستم و اسفندیار

جن کے اب تک یاد ہیں ہسپانیہ کو کرّ و فر ۔ رہ چکا ہے چوٹیوں پر قاف کی جن کا مقر
جو بگڑتے تھے تو ہوتا تھا محال اُن سے مفر ۔ ہم انہیں باپوں کے بیٹے تجھ کو آتے ہیں نظر
جن کی جولانگاہ تھی تاتار سے تا زنجبار

عزتِ آبا کا ہم کو دیکھ کر ہو کیا ثبوت ۔ ہو چکے شاہِ جہاں وہ اور ہیں محتاجِ قوت
دعویٔ رفعت ہے اب تو مثلِ تارِ عنکبوت ۔ ہیں ہمیں آریہ ورت اُن شہسواروں کے ثبوت
جن کی اُمڈوں سے ہیں واقف تیرے دشت و کوہسار

ابتدا سے بے وقار ایسے ہی تھے اے خاکِ ہند ۔ پہلے وقتوں میں بھی خوار ایسے ہی تھے اے خاکِ ہند
کیا چھٹا تھا جب دیار ایسے ہی تھے اے خاکِ ہند ۔ ہم سدا سے خاکسار ایسے ہی تھے اے خاکِ ہند
اُڑتی پھرتی تھی زمانہ میں یہی مُشتِ غبار

تھی یہی چہروں پہ زردی تھا یہی رنگ اور روپ ۔ تھی یہی تب ناتوانی تھا یہی رنگ اور روپ

ہم میں ایسی ہی تھی شُستی تھا یہی رنگ اور روپ	تھیں یہی شکلیں ہماری تھا یہی رنگ اور روپ
تھی یہی سیرت ہماری تھا یہی اپنا شعار	
عرش آمد رفعتیں تو نے ملا دیں خاک میں	چھین لیں سب خوبیاں غارت کریں سب رونقیں
تیرے کس کس ظلم کا اے ہند ہم شکوہ کریں	سیرتیں تو نے بدل دیں مسخ کر دیں صورتیں
آبرو تو نے ڈبو دی کھو دیا تو نے وقار	
تو نے پست اُن کو کیا جو تھے بلند اے خاکِ ہند	کھو دئے ہوش اُن کے جو تھے ہوشمند اے خاکِ ہند
کیسے کیسے تو نے پہنچائے گزند اے خاکِ ہند	کر دیا شیروں کو تو نے گوسفند اے خاکِ ہند
جو شکار افگن تھے آ کر ہو گئے یہاں خود شکار	

میری بہنو! یہ چند بند ہماری حالت کا فوٹو ہیں اے خداوند جل وعلا اور اے خالق کریم تو میری دعا قبول فرما اور مجھے اور میری سب بہنوں کو نیک راہ چلا اے رحیم اور کریم تیری بڑی شان ہے تو نے ایک مٹی کے پُتلے انسان ضعیف البنیان کو طرح طرح کی نعمتیں خزانۂ غیب سے عطا کی ہیں۔ اے ارحم الراحمین تو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اپنے پیارے اشرف النبیین کے تصدق سے دین اسلام کے سچّے معاون پیدا کر اے خدا ہم کو آج کل خاصانِ خدا کی سخت ضرورت ہے اے خدا تو اِس جلسہ کے جملہ اراکین کے چھپے اور کھُلے گناہ معاف فرما۔ اے میری حاضرین بہنو میں نے آپ دونوں کی تقریر کو نہایت غور سے سُنا اور اُس پر میں تحسین بھیجتی ہوں آپ کی تقریریں کیا تھیں ایک مقدس اسلامی جوش اپنی اصلی صورت میں جلوہ گر تھا بیشک قوم نسواں کے اصلاحی طبقہ کو ایسی ہی مستورات کی ضرورت ہے خدا آپ کی ہمت میں ترقی دے۔

جس وقت نور النسار نے اپنی تقریر ختم کی ہے ہر طرف سے تحسین اور آفریں کے
نعرے بلند ہوئے اور بیشک اِن کی تقریر سابق کی تقریروں سے نہایت پُرزور اور
دلی جوش سچی محبت کو ظاہر کرتی تھی ہر شخص کے دل میں اس وقت سے نور النسار
کی عظمت اور محبت پیدا ہو گئی اِس کے بعد ہر مجمع میں اُس سے درخواست کیجاتی
کہ کچھ فرمائی جائیے۔ جلسہ برخاست ہونے کو ہے کہ

صدر انجمن صاحبہ نے اپنی تقریر شروع کی

اے حاضرین جلسہ! میں بحیثیت صدر اس امر کو نہایت خوشی سے جس کو میں
زبان سے ادا کر نہیں سکتی کہتی ہوں کہ فیروزی بیگم صاحبہ دختر ڈپٹی راشد حسین صاحب
کی تقریر جو جلسہ کا اصل مقصد تھا ایک ایسی تقریر ہے جس کو ہر باریک بین منصف
انصاف کی نظر سے دیکھے اور اُس کی تعریف نہ کرے خدا اُن کے علم میں زیادہ ترقی
عطا کرے حیف ہے اصحاب پردہ دران پر اگر وہ اس کتاب کو انصاف اور بے تعصبی
کی نظر سے قبول نہ کریں۔ پھر میں منصوری بیگم کی تعریف کروں گی جنہوں نے اپنی
جوشیلی اور دینی رنگ میں بھری آواز سے حاضرین کو متاثر کیا جس کا اثر میں اب تک
پاتی ہوں مگر ایک تقریر کرنے والی نور النسار بانو ہیں اس جلسہ کو نور النسار پر فخر
کرنا چاہیے اُن کے صرف اس طرح دینی حرارت سے بیخود ہو کر ایک تقریر کی اجازت لینا
ایک قابل تقلید امر ہے میں اس تقریر کی جس قدر تعریف کروں بجا ہے خدائے تعالیٰ
ایسی ہی جلسے کی حالت بجائے ڈومنیوں کے گانے بیہودہ مراسم فضول اوقات
گزاری کے بدلے عطا کرے۔ میں نور النسار بانو کو اُن کی اسلامی خدمت مذہبی جوش

کی تہ دل سے مبارک باد دیتی ہوں جن کی تقریر سے میرا دل اس وقت نہایت
متاثر ہو رہا ہے لے خدا تو ہم پر رحم فرما اور ہم کو راہِ راست دکھلا تو ہی گمراہی سے
ہمیں نکالے تو ہم نکلیں اے بار الٰہا تو رحم کر۔ فیروزی بیگم کی تقریر دربارۂ پردہ دراں
فی الحقیقت تازیانہ کا کام رکھتی ہے اگر وہ سمجھیں نہیں تو جسے خدا ہی عقل نہ دے
اُس کو کون سمجھائے اُن کی مدلل تقریر ایک ایسی تقریر ہے کہ ہر منصف فرد بشر
اُس کو قبول کر ہی لے والسلام۔

جلسہ کے رخصتی کی گھنٹی ہوئی اور جلسہ نہایت خیر و خوبی کے ساتھ تمام ہو کر
برخاست ہو گیا ہر ایک لکچراروں کا مداح نظر آتا تھا کئی گھنٹہ تک لوگ آپس میں
ہر تقریر پر شرح اپنی اپنی طبیعتوں کے موافق کر رہے تھے ہر شخص بجائے خود ایک
کتاب بن رہا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اِن لوگوں کے دلوں پر کیا جاہل کیا عالم
موافق سمجھ کے اثر ہوا تھا یہ مشہور بات ہے کہ فرقۂ نسواں عموماً نرم دل ہوتا ہے
اُس پر ہر موقع کا اثر خوب ہوتا ہے اسی طرح یہاں سب کے دل پر یہ تقریریں مہینوں
نقش کالحجر رہیں چونکہ پہلے ایسا جلسہ کوئی نہ ہوا تھا ایک اچنبھا لوگوں کو معلوم ہوتا تھا
جلسہ جس وقت اختتام کو پہنچا ہے ٹھیک نماز مغرب کا وقت تھا۔

ایک شان کے ساتھ صحن باغ میں ایک وسیع چبوترہ پر یہ مقدس رسم اسلام
ادا کی گئی بعد فراغ نماز سب اپنے اپنے گھروں کو جانے لگے ڈولیوں اور بگھیوں کا تار
بندھ رہا ہے۔ مستورات خلوص کے ساتھ فیروزی اختری منصوری سے رخصت
ہو رہی تھیں ایک عجیب سماں تھا جو ہر ایک کے دل کے منشار کو ظاہر کر رہا تھا
۷ بج گئے ہیں بہت سی بیبیاں رخصت ہو گئی ہیں اب خاص رشتہ دار اور احباب

رہ گئی تھیں چاندنی رات میں صحن میں ایک پلنگ پر چھ سات لڑکیاں بیٹھی ہوئی باتیں کر رہی ہیں۔

اختری۔ آج تو ایسا جلسہ ہوا کہ جی خوش ہو گیا

درخشاں بیگم۔ جلسے نے غیر معمولی طور پر اپنی شان دکھائی

کریم النسار۔ شروع میں تو یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ اتنا مجمع ہو جائیگا۔

ہرمزی بیگم۔ (کریم النسار کی خالہ زاد بہن) ایسا جلسہ کرنا اختری اور فیروزی کا ہی کام تھا۔

محمودی بیگم۔ میں نے تو جانا کہ آپا جان زیادہ مجمع میں اپنی عادت کے موافق تقریر کرنے میں گھبرائیں گی کیونکہ وہ غیر شخصوں کے سامنے بہت جھجکتی ہیں مگر صاحب وہ تو بولنے کا حق بولیں۔

احمدی بیگم (محمودی کی ایک بہن) ایک لطیفہ تو جلسہ میں ہو گیا ایک بی بی جو غالباً اس قسم کے جلسوں سے متنفر ہوں گی اور شاید دعوت وغیرہ سمجھ کر آئی تھیں یہاں آنکر معاملہ ہی دوسرا نظر آیا بیچاری بہت دیر صبر سے رہیں جس وقت آپا جان کی تقریر ختم ہوئی ہے بولیں اے لوگو یہ کب تک باتیں ہوتی رہیں گی دسترخوان کب بچھے گا جب میں نے انہیں سمجھایا تو وہ خفا ہو کر بولیں میں نے تو یہی سنا تھا کہ دعوت ہے اے لوگو سچ ہے ستم ہے نا۔ بس پھر تو وہ غصہ میں جو بھریں تو کوئچ پر سے گر پڑیں ہائے ویلا مچانے کو تھیں بڑی مصیبت سے چپ کرایا۔

درخشاں بیگم۔ اچھی بی بی تھیں غصہ میں گولا لاٹھی ہو گئیں بھلا جب انہیں اصل کی خبر نہ تھی تو خواہ مخواہ کو کیا ضرور تھا۔

اتنے میں ایک طرف سے فیروزی مع کچھ ساتھیوں کے ان لڑکیوں کو نظر پڑ گئیں
محمودی - اجی آپا جان ادھر تو آیئے ذرا ادھر بھی ہوتی جایئے
آیئے لکچرار صاحب حقہ لاؤں - تمباکو بہن احمدی تم لگالی لاؤ کوئی صاحب ایک کرسی بھی لاکر رکھ دو -
فیروزی - (قریب آنکر مسکراتی ہوئی) واہ بہن خوب میرا تماشا بنایا تم نے - حقہ ہیں نے کبھی پیا تھا یا ساقن صاحبہ آپ نے کبھی حقہ پان کی تواضع کی تکلیف کی تھی -
محمودی - اجی واہ حضرت آپ نے مجھے ساقن بھی کہہ لیا - جایئے جایئے ہم آپ سے نہیں بولتے بیغم صاحبہ
فیروزی - بی بی بیغم تو میں ہوں اور نہ تم ہو اور نہ دنیا میں کوئی ہوگا -
محمودی - بس بس جناب اپنی گول مال تقریر کو رہنے دیجئے باغم صاحبہ
فیروزی بیگم - ہاں یہ صحیح ہے - بہن محمودی باغم -
درخشاں بیگم - بہن فیروزی آج تو تم نے پردہ دروں کے جواب میں ایسا معقول لکچر پڑھا کہ میرا دل خوش ہوگیا بہن تم نے قوم پر بڑا احسان کیا - ایک جلسہ کی بنا قائم کردی گویا زمانہ حال میں اس رسم کی زنانِ ہندی اسلامی میں تم نے تجدید کی -
فیروزی - یہ تو تعریف میری فضول ہے ہاں تعریف تو اُس مقدس رسم پردہ کی ہے جس نے مجھ ناچیز کی زبان بھی ایک اہم معاملہ میں کھلوا ہی دی -
محمودی - ہاں صاحب آپ نے جو کچھ کہا وہ منجانب اللہ تعالیٰ تھا سچ کہتی ہوں

کہ مجھے تمھاری پُراثر تقریر سے بعض دفعہ ہوش نہ رہتے تھے اور ہماری آپا نے بھی دیوان حالی کے بند اس خوبصورتی سے حسب حال پڑھے کہ میں اُس کی تعریف نہیں کر سکتی۔

کریم النساء۔ اور نور النساء کی تقریر تو بس غضب ہی کی تھی جس کے سچے لفظوں نے زبان سے لیکر دلوں میں گھر کر دیئے ہم تو نور النساء کو ایسا نہ جانتے تھے کچھ بہت پڑھی لکھی بھی وہ نہیں ہیں مگر آج تو اُنہوں نے وہ کام کیا کہ سبحان اللہ۔

منصوری بیگم۔ سب بیبیاں آپس میں مشورہ کر رہی تھیں کہ ہم کو ایسا ہی ہونا چاہیئے جیسا زمانہ پھرتا ہے۔ جب لوگ ہمارے مخالف ہیں تو ہم کو چاہیئے کہ اپنا بچاؤ کر لیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری تقریریں خالی نہیں گئیں خدا کا شکر ہے۔

فیروزی۔ خدا کرے سب کے دل کو دنیاوی کاموں کے ساتھ دین کی بھی دھن لگ جائے خدا سے دعا ہے ایسے ہی ایسے جلسے وقتاً فوقتاً سب مسلمان بیبیاں کرتی رہا کریں۔ خدائے تعالیٰ سب کو نیک توفیق عنایت کرے اور سب کو سیدھا راستہ دکھائے۔ آمین یارب العالمین۔

منصوری بیگم۔ آپ نے جس طرح یہ جلسہ کرکے مستورات پر احسان کیا ہے خدائے تعالےٰ سب کو ایسی توفیق عنایت کرے اگرچہ ایک دم سے اس کا اجراء بہت مشکل ہوگا میں تو جب کبھی اس جلسہ سے پہلے یہ سوچا کرتی تھی کہ اگر بیبیاں کوئی جلسہ کرینگی تو شاید دس بارہ سے زیادہ ہرگز جمع نہ ہوسکیں گی مگر الحمد للہ پہلے ہی جلسہ میں پچاس کے قریب تعداد پہنچ گئی اور سب کی سب اس بات پر متفق تھیں کہ پردہ نہایت ضروری امر ہے پردہ کی رسم ایک نہایت عمدہ رسم ہے جس کا ہماری قوم سے اُٹھ جانا ایک

نہایت اہم کام ہے اگر بالفرض اُٹھ بھی جائے تو ہم سب لوگ کچھ اَور ہی ہو جائیں
ایک حکیم کا قول بالکل صحیح ہے کہ جب بادام کی آنکھ بے پردہ ہو گئی تو ہر ایک کے
مُنہ کا لقمہ بنا۔ پردہ ہی کی برکت ہے جو بیبیاں ایک کو ایک پہچانتی ہیں اور
آپسداری اور قرابت پر فدا ہیں آج کل کے تعلیم یافتہ جنٹلمین جن کی آنکھوں
سے شرم و حیا کا پردہ جس میں ان جنٹلمینوں کا حق بھی تھا اُٹھ گیا ہے اور اُن کی
عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں اور ناحق پردہ کے پیچھے پڑ گئے ہیں العاقل تکفیۃ الاشارہ

خاتمہ بالخیر بتاریخ ۷ اردی بہشت ۱۳۱۵ ف

خاتمہ

الحمد للہ آج بتاریخ ۱۴ محرم الحرام ۱۳۲۴ ہجری مطابق ۷ اردی بہشت ۱۳۱۵ ف
یہ کتاب بفضل خدائے بیچون پایۂ اختتام کو پہنچی خدائے تعالٰی کی بارگاہ عالی میں
بکمال ادب التماس کرتی ہوں کہ اے خدائے قادر و کریم تو جملہ پردہ دران کے دلوں
کو پھیر دے اور اپنی رحمت عامہ سے انہیں خیال خام و بیہودہ سے متنفر کر دے
اے خدائے تعالٰی یہ نئی روشنی کے جنٹلمین جو تعلیم مغربی سے عالم فاضل گریجویٹ
بنکر بجائے اِس کے کہ علم جدید کی شاخیں صنعت حرفت تجارت زراعت مساحت
ہمارے دی قوم ملک کو رونق دینا اہل ملک کو نفع پہنچانا بالکل چھوڑ کر کبر و نخوت غصہ
وری اپنی قوم کو ذلیل و حقیر سمجھنا اپنے کو باعث حقارت جاننا اور قابل ترمیم جاننا
غریبوں کو حقیر سمجھنا وغیرہ وغیرہ اپنا خیال رکھتے ہیں اے خدایا یہ بھی تیرے
بندے اور تیرے پیارے حبیب کی امت کے نام لیوا کی اولاد تو ہیں ان پر
رحم کر اے غفور الرحیم اگرچہ یہ تجھے بھولے ہوئے ہیں مگر پھر بھی تیرے بندے ہیں

اگرچہ سرکشی اور تمردی انہیں تیری بے نیاز بارگاہ میں پانچ وقت بھی سر خم کرنے کی
اجازت نہیں دیتی یہ بی اے اور ایل ایل بی کی ڈگریاں کیا پاس کرتے ہیں گویا
نماز روزہ اور تیرے احکام کی معافی نامے حاصل کر لیتے ہیں اور اپنی حیثیت یعنی
ذرا سی مشت خاک کو بالکل بھول گئے ہیں۔ افسوس صد ہزار افسوس انہیں اپنا
دم واپسیں کا وقت بھی یاد نہیں رہا آہ تلخی موت انہیں بالکل یاد نہیں۔ اے خدا
تو ان پر رحم کر افسوس جب قوم کے چراغ اِس حالت میں ہونگے تو قوم کو کس سے امید
بہبودی کی ہو سکتی ہے بیشک آج کل قوم ان ہی لوگوں سے بہبودی کی آس لگائے
بیٹھی ہے یہی قوم کے چراغ ہیں جو علم حاصل کرنے میں اپنی عمریں گنوا رہے ہیں اور
گنوا چکے ہیں میری مُراد سب انگریزی تعلیم یافتوں سے نہیں ہے بہت اُن میں ایسے
بھی ہیں جو اپنے دین پر بالکل شیدا ہیں محبت اسلام میں سرشار ہیں۔ بہت خوش قسمت
ہیں ایسے علم اور ایمان والے اصحاب۔ اے میری بہنو میری یہ کتاب اب ختم ہو گئی ہے
اور اب میں آپ سے رخصت ہوتی ہوں مگر ایک التجا ہے میں ایک بے علم سی
آدمی ہوں سوائے علم اُردو کے جو میری مادری زبان ہے۔ پس ذی علم بہنوں
سے التماس ہے کہ برائے خدا آپ لوگ خاموش نہ رہیں اپنی بہنوں کو اپنے علم سے
فیض پہنچائیں جو حسنات کا موجب ہوگا اور موجب باقیات الصالحات السلام علیٰ
من اتبع الہدیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم واصحابہ اجمعین رضوان اللہ تعالےٰ

احقر العباد **رفیق**

۱۴ محرم الحرام ۱۳۲۴ہجری بوقت صبح ۹ بجے